حفظ اللسان

معروف بہ

خالق باری

مصنفہ

ضیاء الدین خسرو، در سنہ ۱۰۳۱ھ

(جو عموماً حضرت امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب ہے)

مرتبہ

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

لی بار | سنہ ۱۹۴۴ء | قیمت مجلد [illegible] بلا جلد [illegible]

حفظ اللسان

معروف بہ

خالق باری

مصنفہ

ضیاء الدین خسرو در سنہ ۱۰۳۱ھ

(جو عموماً حضرت امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب ہی)

مرتبہ

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

بار　سنہ ۱۹۴۴ء　قیمت مجلد عہ　بلا جلد عمہ

فہرست مضامین

عرض ضروری

خالق باری کی یہ ایک قابل اعتماد اور منتقدانہ اشاعت ہی جو پہلی مرتبہ شائع ہوتی ہی۔ اشاعتِ ہذا صرف بعض قدیم اور معتبر نسخوں کی قرأت پر بنیاد پاتی ہی۔ اس کا متن اکثر و بیشتر انڈیا آفس کے ایک قدیم مخطوطے ۲۵۲۰ فہرست مخطوطات ہندستانی کا مقلد ہی۔ لیکن اصل مخطوطے کا رسم الخط میں نے زمانہ حال کے قاری کی سہولت کے واسطے ترک کرکے رائج الوقت املا میں بدل دیا ہی۔

اس مرتّبہ کے دو دیباچے ہیں۔ دیباچہ اوّل اس عالم گیر اعتقاد کی تردید ہی کہ خالق باری حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہی۔ اس دیباچے میں راقم نے خالق باری کے متن پر کچھ اعتراض نیز بعض اہلِ قلم کے روایتی بیانات پر تنقید کی کوشش کی ہی۔ دیباچہ دوم انجمن ترقیٔ اردو کے ایک مخطوطے نوشتہ ۱۱۸۷ھ کی سند پر ایک نہایت اہم انکشاف کا مظہر ہی کہ خالق باری جس کا اصل نام "حفظ اللسان" ہی بابا اسحق قناذی دہلوائی) کی فرمایش پر کسی ضیاءالدین خسرو نے (بعہد جہاں گیر) تصنیف کی ہی۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ اس کے مادۂ تاریخ "نصیف آخر" سے برآمد ہوتا ہی۔ یہ اطلاع خالق باری کے تعلق میں نہایت قیمتی ہی۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ بعد کے لوگوں کو غالباً بوجہ اشتراک اسمی یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ ضیاءالدین خسرو کو امیر خسرو دہلوی سمجھ بیٹھے۔ چناں چہ بارھویں صدی ہجری میں یہ عقیدہ نہایت عام ہی۔ اس صدی کے مشاہیر فضلا میں سب سے مقدم خان آرزو ہیں جن کی تصنیف غرائب اللغات میں اس غلطی کی سُراغ رسانی کی جاسکتی ہی۔ الغرض بارھویں صدی ہجری

سے اب تک یہ غیر موجہ بلکہ غلط عقیدہ عام طور پر ہمارے اذہان پر قبضہ پائے ہوئے ہے کہ خالق باری کے مالک حضرت امیر خسرو دہلوی ہیں۔

آخر میں مجھے انجمن ترقیٔ اُردو کے قلمی نسخے کے واسطے ڈاکٹر مولانا عبد الحق سکریٹری انجمن اور نسخہ ق کے واسطے جناب سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری بمبئی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کے کام میں مجھ کو بہت امداد ملی ہے۔

محمود شیرانی

دیباچۂ اوّل

خالق باری جس پر سطور ذیل دیباچے کے طور پر لکھی جاتی ہیں، لٹریچر کی اس شاخ سے تعلق رکھتی ہی جو نصاب کے نام سے مشہور ہی۔ اُردو نصابوں میں اس کا درجہ نہایت اہم اور بلند ہی جو اس کی مفروضہ قدامت کے عقیدے کی بنا پر نیز اس کے مصنف کی شہرت کی وجہ سے اس کو حاصل ہی۔

ہندستان میں نصابوں کا رواج توران ایران سے آیا ہی۔ جہاں وہ عربی زبان کی تحصیل کی غرض سے فارسی میں تیار کیے جاتے تھے۔ یہ امر یقینی ہی کہ ابتدا میں وہ نثر میں ہوتے تھے اگرچہ ان نثری نمونوں کا آج پتا لگانا بہت دشوار ہی۔

رسالۂ منطق تلاش سے بعض قدیم تالیفات کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً رسالۂ منطق (بول چال)، جو عربی بول چال سکھانے کی غرض سے جلال الدین شمس المعالی سلطان شاہ ابوالقاسم محمود بن ایل ارسلان بن اتسز خوارزم شاہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ سلطان شاہ ۵۶۸ھ میں تخت نشین ہوتا ہی۔ رسالۂ ہذا اس سال سے قبل اس کی شاہزادگی کے ایام میں تالیف ہوا ہوگا۔ دیباچے سے چند سطریں یہاں درج ہوتی ہیں:-

"این کتابے است کہ آں را منطق خوانند ساختہ شد و پرداختہ آمد بر سبیل ایجاز و اختصار از جہت بندگان و خدمت گاران مجلس خداوند زادۂ مکرم و معظم عالم و عادل مؤید مظفر منصور جلال الدنیا والدین تاج الاسلام والمسلمین

علاء الملوک والسلاطین قطب الدولہ و مجد الملّہ بہار الامّۃ عمدۃ الخلافۃ ناصر الملک سید ملوک الشرق والغرب شمس المعالی سلطان شاہ ابو القاسم محمود بن خوارزم شاہ ایل ارسلان بن خوارزم شاہ اتسز اعز اللہ انصارہ وضاعف اقتدارہا۔"

کتاب اسامی

اسی طرح ایک اور رسالہ کتاب اسامی ہے جس کی تاریخ تالیف و نام مولّف سے ہم بے خبر ہیں لیکن اس کی قدامت میں کوئی شبہہ نہیں۔ اس کے ابواب مضامین کے لحاظ سے مرتب ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں قدیم ایّام میں کتب فقہ و حدیث کا دستور تھا۔ اس کتاب میں کل تیرہ باب ہیں۔ عنوان یا سرخی کی زبان حسب دستور قدیم عربی ہے۔ یہ رسالہ 'رسالہ منطق' سے بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ اس کی خالص فارسی کا خیال کرتے ہوئے ہمیں اس کی تاریخ تصنیف سلجوقیوں کے دور کے آغاز یا غزنویوں کے عہد میں ماننی ہوگی۔ مثلاً مسجد کا ترجمہ 'مزگت'، مقدمۃ الجیش کا 'پیش آہنگ'، طلیعہ کا 'دیدبان'۔ خباز کا 'نانوا'۔ اکّار کا 'بزرگر'۔ فصّاد کا 'رگ زن'۔ سجّان کا 'زندان بان'۔ فلاخن کا 'کلاسنگ'۔ کنّاس کا 'خلاروب'، آثم کا 'بزہ کار'۔ المفادہ کا 'دوغوا' رواہیر کا 'ریچار ہا' اور برید کا 'پیک' ترجمہ دیا ہے۔

ہمارے اسلاف اس راز سے واقف تھے کہ بچّوں کا حافظہ نہایت قوی ہوتا ہے اور وہ نثر کے مقابلے میں نظم سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں جو آسانی سے یاد بھی ہو جاتی ہے، اس لیے ان کی قوّت حافظہ سے کام لینے کے واسطے نثر کی بجائے نظم سے امداد لی اور منظوم نصاب تیار کرنے شروع کر دیے۔ 'نصاب الصبیان' کے نثری دیباچے کا فقرہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

"خوش آمدن شعر مر طبع ہائے موزوں را غریزی است"

مولانا صدر الدین بن بدر الدین قنیۃ الفتیان میں کہتے ہیں ؎

زاں کہ آسان است حفظ شعر بر دل ہا کہ ہست

طبع خاص و عام را رغبت باو در ہر مکان

نصاب الصبیان منظوم تالیفات میں سب سے قدیم نصاب الصبیان ہی جو ۶۱۷ھ میں افغانستان کے شہر فراہ میں تصنیف ہوئی ہی۔ ابو نصر فراہی اس کے مصنف ہیں۔ **یہ تالیف** مختلف الوزن قطعات میں مرتب ہی۔ نصاب کی وجہ تسمیہ میں کہا جا سکتا ہی کہ شرعی اعتبار سے دو سو درہم وہ رقم ہی جس پر زکات لازم آتی ہی۔ اس رقم کا مالک صاحب نصاب کہلاتا ہی۔ چوں کہ نصاب الصبیان کے اشعار کی تعداد دو سو ہی اس لیے اس کا نام 'نصاب الصبیان' رکھا گیا: "وچوں ایں مجموع دو لیست بیت آمد آں را نصاب الصبیان نام کردم" تب سے یہ رسم نکل آئی ہی کہ جو نصاب ابو نصر فراہی کی تقلید میں لکھے گئے، ان کے اشعار کی تعداد دو سو یا اس سے کچھ اوپر تک محدود کر دی گئی۔

نصاب الصبیان کو فارسی زبانوں سے وہی تعلق ہی جو حضرت آدم کو بنی نوع انسان کے ساتھ ہی۔ کتب نصاب سے اصل مقصد عربی لغات کی تعلیم تھی۔ پرانے نصاب سب کے سب فارسی میں لکھے گئے ہیں خواہ اندرون ہند یا بیرون ہند وجود میں آئے ہوں۔

نصاب الصبیان کے بعد بہ لحاظ زمانہ امیر خسرو کے بدیع النصاب کا ذکر آنا چاہیے۔ یہ نصاب کم از کم ہندستان میں بہت مقبول رہا ہی اور بار بار چھپ چکا ہی۔ نصاب نصیب اخوان از مطہر کڑہ شاعر

عہد فیروز شاہ تغلق ۷۶۲ھ میں تالیف ہوتا ہو۔ اس کے بعد نصاب عقود الجواہر کا نمبر ہی جو روم میں مرزا الغ بیگ چلپی بن سلطان محمد ۸۲۴-۸۱۶ھ کے واسطے لکھا جاتا ہو اور اکاون قطعات پر شامل ہو۔ اس کی دوسری اشاعت جس میں ستاون قطعات ہیں، سلطان مراد (۸۵۵-۸۲۴ھ) کے نام پر معنون ہو۔ قنیۃ الفتیان مولانا صدرالدین بن بدرالدین کی ملک ہو۔ اگرچہ ہم اس کے عہدِ تصنیف سے واقف نہیں لیکن قدیم معلوم ہوتی ہو اور غالباً ہندستان میں لکھی گئی ہو۔ اب نصاب بدیعی اور تجنیس اللغات مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ کی باری آتی ہو جو نویں صدی کی پیداوار ہیں۔ نصاب بدیعی کو عام طور پر امیر خسروؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہو لیکن اصلی مالک مولانا بدیعی ہیں جو نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔

کتب نصاب کثرت سے تالیف ہوئی ہیں۔ ان سے کوئی صدی خالی نظر نہیں آتی۔ وہ کسی خاص ملک کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ مختلف ممالک میں لکھی گئی ہیں۔ یعنی توران، ایران، روم، افغانستان اور ہندستان میں۔

فارسی میں نصاب سے ابتدائی مقصد یہ تھا کہ بچوں کو عربی الفاظ سے اس قدر آشنائی پیدا کرادی جائے کہ فوقانی تعلیم میں مدد مل سکے لیکن یہ مقصد اپنی منازل ارتقا میں زمانہ گزرنے پر بہت وسیع ہوتا گیا اور ایسے ایسے نصاب تیار کیے گئے جو منتہی طلبہ کے واسطے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔

اُردو میں نصابوں کی افراط اس قدر نہیں جتنی فارسی میں نظر آتی ہو۔ اس کی ایک وجہ تو فارسی کی بین المِلّی حیثیت تھی جس کی بنا پر وہ ایران و ترکستان و روم و ہندستان و افغانستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ دوسرے ہمیں وقت کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا۔ فارسی میں نصابی سلسلہ تقریباً سات آٹھ سو سال سے جاری ہے

جب کہ اُردو میں اس کو رواج میں آئے تین ساڑھے تین سو سال گزرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اُردو نصابوں کا سلسلہ غالباً دسویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

قصیدہ درلغات ہندی

اس موقع پر مجھے حکیم یوسفی کے 'قصیدہ درلغات ہندی' کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یوسفی دسویں صدی ہجری کے نصف اوّل کے بزرگ ہیں۔ ہرات کے رہنے والے اور ہندستان میں تازہ وارد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا اکثر زمانۂ عمر تصنیف وتالیف میں بسر ہوا ہے، بالخصوص طب کے میدان میں۔ مثلاً رسالۂ ماکول ومشروب ۹۰۶ھ میں۔ فوائدالاخیار ۹۱۳ھ میں۔ جامع الفوائد ۹۱۷ھ میں۔ دلائل نبض ورسالۂ قارورہ ۹۴۲ھ میں۔ ستۂ ضروریہ ۹۴۷ھ میں اور ریاض الادویہ ۹۴۶ھ میں تصنیف کیں۔ انشائے یوسفی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکیم صاحب کی فہرست تصنیفات ابھی ناتمام ہے۔

حکیم صاحب نے ہماری زبان اُردو میں خاص دل چسپی لی ہے اور کوشش کرکے اسکو سیکھا ہے۔ اگرچہ اپنے معاصر بابر کی طرح مخصوص ہندی اصوات پر وہ قادر نہ ہوسکے، تاہم اُردو پران کو ماہرانہ عبور ہے۔ اس کا ثبوت ان کی طبّی تالیف ریاض الادویہ سے بہم پہنچتا ہے، جس میں ہر حیوان اور دوا کا ہندی مرادف اُردو میں دیتے ہیں۔

قصیدہ درلغات ہندی ایک دل چسپ نظم ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے اس میں فارسی الفاظ مع ہندی مرادفات درج ہوئے ہیں۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد چوالیس ہے۔ اس کو اگرچہ

نصاب، کا نام نہیں دیا جا سکتا مگر اس میں بھی شک نہیں کہ عملاً اس پر نصاب کی تعریف صادق آتی ہے اور نظم میں شاید یہی قدیم نمونہ ہے جو ہندی الفاظ سے بحث کرتا ہے۔ میں چند شعر ابتدا سے نقل کرتا ہوں:-

قصیدہ در لغات ہندی

نام ہر چیزے بہ ہندی بشنو از من ای پسر
خاصہ نام ہر دو اے نفع برداری مگر

بل تکلم باشد و چل کر بجو یعنی سخن
شکر فرماید ترا آنکس کہ گوید شکر کر

جیب و کن آمد زبان و گوش دھاری ریش دا
موچھ را سنجواں بروت و دانت کو رو بحر گر

آنکھ چشم و ناک بینی بون ابرو ہونٹ لب
دند دندان کارہ گردن گونتہ زانو مونڈ سر

کھال پوست و ہڈ مغز و استخواں گویند ہاد
انگلی انگشت باشد انگوٹھ انگشت نر

ہست پیشانی متھ و سینہ چھاتی دست ہتھ
موہ روی و چل رواں شو بیٹھ بنشیں دیکھ نگر

جیو جان چوچی است پستان ریت آب بہی است
موی مژگاں را بروتی خوان کلیجہ داں جگر

پندری ساق ست کھپھر شش تلی آمد سپرز
رودہ را آنتری ہمیداں اجرہ اشکنبہ شمر

گوسپند آمد بھیڑ بز بکری داونٹ اشتر است
بلد گاو و فیل ہاتھی گھوڑہ اسپ و گدہ خر

ہیرہ لحم و روٹی و پانی ست نان و آب ہست
حلبہ میتھی منگ ماش و سوکہ خشک و گلہ تر

لہدرہ کال و کلونجی دہیم ا سیہ دانہ بود
بادیاں سونف و کرفس اجمود ہم گاجر گذر

تمر ہندی انبلی و السی بود تخم کتاں
مندوہ نوعے ز ارزن داں و گندہ نیشکر

چاول و چینہ برنج و ارزن انڈہ تخم مرغ
تل بود کنجد جواری زرت ای فرخندہ فر

ریشم است ابریشم و کالا سیہ اجلا سپید
سرمہ کاجل مرچ فلفل سعد موتہ عود اگر

مانک و موتی بود یاقوت و مروارید لیک
کہربا باشد کپور و روپہ نقرہ سونہ زر

تھوڑہ اندک می شمر بسیار را میگو بہت
بد برا میدان و چنگہ نیک اے نقد بشر

توتہ رامیگوی طوطی فندکی را فاختہ		نول وداں راسوزدانش آمدی گرہرہ ور

یہ قصیدہ اگرچہ دلچسپ ہے لیکن بہ خوف طوالت اس کی نقل سے

احتراز کر کے خاتمے کے بعض شعروں پر قناعت کرتا ہوں:

دیور وزوہات شب سنجہ است، شام و بہات صبح		تارہ استارہ است جیندرو سور باشد ماہ و خور

میہ بود باران اگس باشد (کذا) تڑلی است برق		یاد گیر ایں جملہ را اے رائے روشن چوں قمر

یوسفی بہرت دریں ابیات کرد است آنچہ ذکر		گر کنی از بر ترا ہر دم رسد نفعے دگر

از ضرر دارد مدامت در پناہ خویشتن		آنکہ در عالم بہ تقدیرش بود نفع و ضرر

اللہ خدائی خالق باری کے بعد جس کا ذکر عنقریب آتا ہے ' اللہ خدائی ' کا نمبر ہے۔ تجلی اس کے مصنف ہیں۔ مطبوعہ نسخوں کے مطابق ۱۰۶۶ھ اور بہ قول پروفیسر مسعود حسن رضوی ۱۰۶۰ھ اس کا سال تالیف ہے۔ یہ کتاب خالق باری کی طرح ایسے خطے میں لکھی گئی ہے جو گوالیاری یا بالفاظ دیگر برج بھاشا کے زیر اثر ہے۔ اس میں ثانی حرف علت بہ کثرت آتا ہے مثلاً ڈانڈ (ڈنڈ) گھانٹ (گھنٹی) باتی (بتّی) باچھا (بچہ) نیوچھاور (نچھاور) پات جھڑ (پت جھڑ) پاٹ (پٹ) وغیرہ

اکثر ایسے لفظ ملتے ہیں جو اردو میں فی زمانہ مستعمل نہیں۔ یعنی سنیہ (دوستی) اتیت (درویش)۔ پوکھر (تالاب)۔ رسری (رسّی) سسری (لاشہ) سوہا (سرخ) کونٹ (مسخرہ) سنیہڈ (تھوہر، زقوم) پانت (مجلس) بروتی (پلک) ٹانڈا (قافلہ) نویلو (بہار) رہلا (چنا) گبروڑا (گبریلا) لابھا (نفع) پچھوری (چادر) سار (فولاد) تانی اور بھرنی (تانا بانا) ترنی (جوان عورت) ہیلا (خاکروب) جوجھ (لڑائی) ربانا (دف) وغیرہ وغیرہ۔

صمد باری تجلی کے بعد میر عبدالواسع کا نصاب موسوم بہ سہ زبان یا

صمد باری ہے جو بعض وقت جان پہچان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ نصاب ہذا میں متناسب و متجانس الفاظ کو جدا جدا عنوانوں کے تحت میں جمع کر دیا ہے مثلاً الفاظ قرابت، اعضائے جسمانی، غلہ، سبزیاں، میوے، ادویات وغیرہ۔ آخر میں مصادر مشہورہ وغیر مشہورہ درج ہیں۔ کتاب کی طرز شگفتہ ہونے کے علاوہ استادانہ و ماہرانہ ہے۔ بھرتی کے الفاظ یا الفاظ برائے بیت نام کو نہیں۔ ہر مصرع میں عربی، فارسی اور ہندی لفظ پابندی کے ساتھ بالترتیب لائے گئے ہیں۔ چناں چہ خاتمے میں اشارہ کیا ہے:۔

عبدالواسع سے یہ کتاب　　　تین زبانوں کا ہے نصاب

مصنف کی زبان ہریانی ہے جو بعض خصائص میں اُردو سے مختلف ہے۔ 'صمد باری' ہندستان خصوصاً پنجاب میں کئی بار چھپی ہے اور بہت مقبول رہی ہے۔

نصاب مصطفیٰ نصاب مصطفیٰ ۱۱۲۶ھ میں بہ عہد فرخ سیر لکھا جاتا ہے، اور نصابی سلسلے میں کسی قدر اہمیت کا مالک ہے۔ اشعار کی تعداد نصاب کے اوسط سے بہت زیادہ ہے۔ یعنی آٹھ سو ابیات ہیں۔ پیرایۂ بیان اگرچہ دل چسپ ہے لیکن کتاب چنداں مشہور نہیں۔ اس کی ابتدا ہے ؎

رؤف و رحیم و کریم و غفور　　　دیا ونت داتا اجالا ست نور
خدیو و خدا وند داور دھنی　　　غنی است دھنونت صانع گنی

خاتمہ ؎
ششش و بیست و یک صد و یک ہزار　　　ز ہجر نبی بود ای کام گار
جہاں شاہ فرخ سیر شاہ بود　　　دوشنبہ دہم از صفر ماہ بود
کہ آورد ایں مختصر رو بکار　　　ہگر ماند از مصطفیٰ یادگار

خالق باری

ان چند نصابوں پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالق باری ان سے متصل زمانے میں وجود میں آئی ہوگی لیکن اگر روایت پر اعتبار کیا جائے تو ہمیں اس کا زمانہ آٹھویں بلکہ ساتویں صدی ہجری میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ روایت نے خالق باری کو حضرت امیر خسرو کی طرف منسوب کرکے ہمیں الجھن اور پریشانی میں مبتلا کردیا ہے۔ دیسی زبانوں میں تعلیم کا رواج ایسے قدیم زمانے سے نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو کہا جا سکتا ہے کہ دیسی زبانیں بہت جلد بعد ہماری تعلیم میں ہاتھ بٹانے لگتیں اور ادب و لٹریچر ان میں بہت پہلے سے شروع ہو جاتا۔

خالق باری خان آرزو کے عہد سے لے کر ہمارے اپنے زمانے تک بالاتفاق حضرت امیر کی طرف منسوب ہے۔ میں یہاں بعض اساتذہ کی آرا اس کتاب کے متعلق درج کرتا ہوں۔

محمد حسین آزاد

شمس العلما محمد حسین آزاد اپنی مشہور تالیف آب حیات میں لکھتے ہیں :۔

"امیر خسرو نے کہ جن کی طبیعت اختراع میں اعلا درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کھولا۔ خالق باری جس کا اختصار آج تک بچوں کا وظیفہ ہے، کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی۔ اسی میں فارسی بحروں نے اول اوّل اثر کیا"۔ (ص۷۱)

اور چھجو کے قصے میں فرماتے ہیں :۔

"بھٹیاری کے لڑکے کے لیے خالق باری لکھ دی" ص۷۶

مولانا کا یہ ارشاد کہ خالق باری کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی اور ایک بھٹیاری کے لونڈے کے واسطے لکھی گئی تھی محض تخیّل کی پرواز ہے۔

اس بیان کے واسطے کوئی تاریخی یا تحریری سند ہمارے پاس موجود نہیں۔ نہ اس میں ایسے آثار یا علامات موجود ہیں جن سے قیاس لگایا جاسکے کہ وہ کسی ضخیم مجلد کا اختصار ہے۔ خالق باری شاملِ نصاب ہے اور نصاب کی کتابوں کے اشعار کی تعداد جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، بالعموم دو سو سوا دو سو کے لگ بھگ ہوا کرتی ہے۔ چناں چہ خالق باری کے اشعار کی تعداد بھی اسی کے قریب یعنی دو سو بتیس ۲۳۲ ہے یہ تعداد قلمی نسخوں کی رو سے ہے ورنہ مطبوعہ خالق باری میں صرف ایک سو اکانوے ابیات ملتے ہیں۔ اس مختصر تالیف کے لیے یہ دعوا کرنا کہ بڑی بڑی جلدوں میں تھی، تمام واقعات سے عدمِ واقفیت کی بنا پر ہے۔ خان آرزو جن کا ذکر آگے آتا ہے، اس کو رسالۂ منظومۂ امیر خسرو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ خان کے عہد میں کوئی ایسی روایت موجود نہ تھی جو اس تالیف کی ضخامت کے حق میں ہو۔ جس طرح آج اس وقت ہے، اس وقت بھی وہ ایک رسالے کی شکل میں تھی۔

خالق باری کے اشعار کا فارسی اوزان و بحور میں پایا جانا اس کے جدید تصنیف ہونے کی دلیل ہے نہ اس کی قدامت کی۔ فارسی اوزان و بحور کا اس طرح یکایک ہندی میں رواج پا جانا عملاً بہت دشوار ہے۔ بفرضِ محال اگر امیر خسرو نے زبردستی ان کو رواج دے بھی دیا تو اس کے خارجی اثر آثار کا سراغ کہیں تو پایا جاتا۔ کیا خسرو کلھیا میں گڑ پھوڑ کر چل دیے کہ کسی نے اتنے بڑے انقلاب کا اثر قبول نہ کیا نہ ان کا تتبع کیا۔

محمد امین چڑیاکوٹی جواہر خسروی میں مولوی محمد امین صاحب چڑیاکوٹی کا قول ہے کہ "اس میں (خالق باری) کئی ہزار اشعار تھے"۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس بیان کے واسطے مولانا کے پاس

کوئی سند موجود نہیں۔

دیباچۂ خالق باری میں مولانائے ممدوح ذیل کی بعض وجوہ کی بناپر خالق باری کو امیر خسرو کی تسلیم کرتے ہیں جن کا میں علاحدہ علاحدہ تبصرہ کرتا ہوں۔

(۱) کہتے ہیں:۔ "بعض محاورات اور الفاظ مستعملۂ کتاب کی قدامت صاف یہ بتلاتی ہو کہ یہ کتاب عہدِ حضرت امیر خسرو کے متصل زمانے کی تصنیف ہو جیسے "جیتل" کہ حضرت امیر خسرو کے عہدِ زندگی تک یہ ایک ہندی سکّہ کا نام تھا اور حضرت کے قریب عہد میں یہ متروک ہو چلا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے بعد تاریخ میں اس کا نام بھی نہیں آتا۔ کیوں کہ سلاطین ہند کی قدیم سادگی جب طرح عیش و دولت کے سامانوں سے آراستہ ہوگئی تھی سکّوں کے سادہ نام بھی اشرفی اور اختر زر وغیرہ وغیرہ تکلفات سے بدل گئے تھے۔ بہر حال "جیتل" کا چلن عہدِ خسروی سے آگے نہیں پایا جاتا ہو۔" (جواہر خسروی، مقدمۂ خالق باری ص۵)

جیتل جیتل کے متعلق مولانا کا یہ بیان تاریخ سے عدم مزاولت کی بناپر ہو ورنہ جس زمانے میں وہ اس سکہ کا چلن متروک بتا رہے ہیں اسی زمانے سے اس کا رواج زیادہ ہوا ہو۔ محمد بن تغلق (۷۲۵-۵۲ھ) کے عہد میں جیتل ایک سکّہ ہو۔ اس پر ایک طرف "بگانی امانی" اور دوسری طرف "جیتل" درج ہوتا تھا۔ اس سکّہ کی تصویر طامس نے 'تاریخ پٹھان سلاطین دہلی' میں ص۲۵۳ پر دی ہو اور سفر نامۂ ابن بطوطہ کے ترجمہ جلد دوم میں صفحۂ مقابل ص۱۱ پر مولوی محمد حسین نے دی ہو۔ طامس نے اس سکّے کو مسالک الابصار کی سند پر یگانی کا مرادف بتایا ہو۔ مولوی محمد حسین

اسی مسالک الابصار کے حوالہ سے ایک ہشتگانی چار سلطانی کے اور ایک سلطانی یا دوگانی دو جیتل کے اور ایک جیتل چار فلوس کے برابر لکھتے ہیں۔

ضیا برنی نے اپنی مشہور تاریخ فیروز شاہی میں جو ۷۵۸ھ میں امیر خسرو کی وفات سے ۳۲ سال بعد تالیف ہوئی ہے کئی موقعوں پر اس لفظ کا استعمال کیا۔ چناں چہ

"از برائے تنگہ و جیتل" ص ۱۳۷ ۔ "و غلہ بہ یک جیتل سیرے رسیدہ" ص ۲۱۲

"یگان جیتل از بہی پٹواریان" ص ۲۸۷ ۔ "موٹھ در منے سہ جیتل" ص ۳۰۵

سید محمد بن سید مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ اپنی تالیف سیر الاولیا میں لکھتے ہیں:۔

"امامت آں مسجد شیخ نجیب الدین متوکل را داد۔ آں بزرگ دختر خود را شادی عروسی کرد یک لک جیتل در کار خیر او خرچ کرد" ص ۶۸

فیروز شاہ تغلق (۷۵۲-۹۰ھ) اپنے عہد میں جیتل کی جدید تقسیمیں 'ادھ' اور 'پیکہ' وضع کرتا ہے۔ شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی میں جو نویں صدی ہجری کی ابتدا کی تصنیف ہے۔ فقرہ ذیل درج کرتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادھ گویند و مہر دو دانگ جیتل کہ آں را 'پیکہ' گویند وضع کنند تا غرض فقرا و مساکین حاصل شود" ص ۳۴۴

آئین اکبری میں جہاں اکبری عہد کے مسکوکات کا ذکر ہوا ہے۔ ابو الفضل جیتل کو فرضی سکہ اور دام کا پچیسواں حصہ مانتا ہے۔ امین احمد رازی ہفت اقلیم میں بذکر بنگالہ یہ فقرہ لاتا ہے۔

"حساب ولایت بنگالہ بر جیتل دگندہ و آنہ است۔ چہ چہار جیتل را

یک گندہ و بیست گندہ را یک آنہ و شانزدہ آنہ را یک روپیہ حساب می کنند (ص۹۵ ہفت اقلیم جلد اوّل طبع سوسائٹی ۱۹۱۰ء)

مہابت خاں عہدِ عالم گیر کا ایک امیر ہی وہ ایک عرض داشت میں جو سراسر طنز و شکایت سے مملو ہی لکھتا ہو:-

"در غزنی و قندہار اشتہار یافتہ کہ مطربان باستقبال فرمان می شتابند و نرخ حسب الحکم موقوف بر دو جیتل افتادہ و اسد خاں را کہ ہنوز بوے شیر از دہانش نہ رفتہ وزیر اعظم و دستور معظم فرمودند"

آنند بن ہیمراج گوالیری نے فنِ سیاق پر ایک رسالہ موسوم بہ خلاصۃ السیاق ۱۱۱۵ھ مطابق ۴۷ھ جلوس عالم گیری میں تصنیف کیا ہی - یہ رسالہ چوں کہ غیر مطبوعہ ہی اس خیال سے اس کے ایک دو فقرے یہاں نقل ہوتے ہیں۔

"دستور معلوم کردن دامہا بہ حساب فی من: باید کہ مبلغ نرخ من را با دامہا ضرب نماید و حاصل ضرب را پنجاہ جیتل یک تنگہ بہ گیرد - مثلاً فی من بیست تنگہ: قیمت پنج دام می باید - پس بیست را با پنج ضرب دادیم - حاصل ضرب یک صد جیتل بیامد وازیں دو تنگہ گرفتیم - قیمت پنج دام معلوم شد۔"

"اگر کسے پرسد فی من دہ تنگہ است دو آثار را چہ باید داد باید کہ آثار را با تنگہائے نرخ من ضرب دہد و حاصل ضرب را جیتل دانستہ بر چہل جیتل مقرر نماید - پس یک بہلولی قیمت دو آثار معلوم شد"

شیخ جنید کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو ؎

چو دزد اندر کمین باشد کرے جو نیند بنجارا
نباشد سود یک جیتل گواوے مول بھی سالا

حافظ احسن اللہ لاہوری کے نصاب ذوق الصبیان تالیف ۱۲۰۷ھ

کا یہ شعر بھی یاد رہے ؎

اسہ کنیز ہی لونڈی باندی   جیتل نقرہ فضّہ چاندی

جیتل کے لیے ہر عہد کی مثالیں بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ لیکن میں بہ خوف طوالت انھی امثال پر قناعت کر کے مولوی صاحب کے دوسرے استدلال پر نظر ڈالتا ہوں۔

محاوراتِ قدیم

(۲) "محاورات قدیم مثلاً "میں تجھ کہیا"۔ "تو کت رہیا"۔ "باد اوڑائی دھوا چلی"۔ "آکھنا دیکھنا"۔ "چاد شوق" وغیرہ ہم الفاظ کی گواہی سے خالق باری کا زمانہ تصنیف عہد خسروی میں قطعی طور پر مقرر اور متعین ہو سکتا ہے"۔ صفحہ مقدمہ خالق باری مشمولہ جواہر خسروی)

ہمارے نزدیک مولانا کا یہ استدلال بھی مضبوط نہیں "میں تجھ کہیا"، میں تو کوئی غرابت نہیں سوائے اس کے کہ 'نے' علامت فاعل اور 'کو' علامت مفعول حذف کر دی گئی ہے۔ دیہاتی زبان میں آج بھی یوں ہی بول جاتے ہیں یہی حالت "تو کت رہیا" کی ہے اس جملے میں مولانا شاید 'کت' کو قدیم سمجھ رہے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کے متعلق یہ عبارت آتی ہے۔

"کت (ہ) تابع فعل (گیتوں میں یا گنوار) :۔ کدھر۔ کس طرف۔ کہاں دوہرہ ؎

سونا ہو تو کس دھروں اور موتی دھروں پروے
بالا جوبن کت دھروں نت اٹھ میلا ہووے

ہریانہ کے علاقے رہتک کلانور جھجھر وغیرہ میں آج بھی "تیں کت گیا تھا"، (تو کہاں گیا تھا) بولتے ہیں۔

'باد اوڑائی' کے معنی خدا جانے مولانا نے "ہوا چلی" کیسے لکھ دیئے۔ پورا شعر یوں ہے:-

آتش آگ آب ہی پانی　　　خاک دھول جو باو اوڑانی

یعنی ایسی گرد یا دھول جسے ہوا اڑا سکے 'اوڑانی' کی ہی' ان ہونی۔ ناشدنی اور سوختنی کی طرح یا ے لیاقت یا مفعول ہی۔

'آکھنا' کے معنی "دیکھنا" معلوم نہیں مولانا نے کیسے لکھ دیے۔ اس کے معنی پنجابی وہریانی زبانوں میں کہنا، بولنا اور پوچھنا آتے ہیں۔ مثال ؎

دو ہاتھ نکالے ہاتھ سوں جب آکھے تکبیر
سر نہ جھکائے رفع کرائے صاحب تدبیر

(فقہ ہندی از مولانا عبداللہ انصاری تالیف ۱۱۰۲ھ)

'چاو' بمعنی شوق و رغبت و آرزو، آج بھی استعمال میں آرہا ہی۔ فرہنگ آصفیہ میں مذکور ہی ۔ " چاو ۔ ہ ۔ اسم مذکر (۱) ولولہ ۔ خواہش۔ جوش۔ ارمان (۲) شوق ۔ ذوق ۔ آرزو ۔ تمنا (۳) ناز و نخرہ ؎

لاڈلی چنبیلی چاو میں آئی　　　لڑکے بالے ساتھ ہی لائی

خسرو شاہ

(۳) "اس میں شک کرنے کے بہت کم وجوہ ہیں کہ خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہی اور یہ شائبۂ شک بھی خود خالق باری کے مقطع یعنی آخری شعر کو دیکھ کر بالکل رفع ہو جاتا ہی جس میں لفظ خسرو موجود ہی اور جس شاعرانہ شوخی و فصاحت کے ساتھ یہ لفظ مقطع میں واقع ہوا ہی اور اس پر درویشانہ انکسار کا طرّہ دیکھ کر ناممکن ہی کہ کوئی صحیح المذاق شخص اس کو تخلص نہ سمجھے اور صرف ایک لفظ بامعنی مثل دیگر الفاظ یا معانی کے جن سے خالق باری بھری ہوئی ہی قرار دے وہ شعر یہ ہی ؎

مولوی صاحب سرن پناہ　　　گدا بھکاری خسرو شاہ

اس کی ترتیب بالکل وہی ہی جیسے آج کوئی خسرو نام کا شخص اپنے تئیں

کسی تحریر میں خاک ار خسرو لکھ کر ختم کلام کردے"۔ (مقدمہ خالق باری ص۶)

مولانا کا یہ استدلال زیادہ تر شاعرانہ رنگ میں ہے۔ اہل اللہ میں ساوات نے اپنے نام سے پہلے یا مابعد میں شاہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً شاہ نعمت اللہ م ۸۳۲ھ شاہ میانجی م ۹۵۰ھ وغیرہ۔ لیکن امیر خسرو کو جو لاچین ترک تھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ شاہ کا لفظ اپنے تخلص کے آخر میں لا کر ساوات کے نام کے ساتھ خواہ مخواہ التباس پیدا کر دیتے نہ امیر خسرو کے زمانے میں فقرا کے نام کے ساتھ اس لفظ کا رواج تھا۔ ہم اس قدر مان سکتے ہیں کہ اس مصرع میں صنعت ایہام ہے لیکن اس شعر میں سب سے زیادہ توجہ طلب مصرع اولی ہے جس میں مولوی صاحب کی ترکیب وجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب۔ منشی صاحب۔ پنڈت صاحب وغیرہ کی ترکیب امیر خسرو کے عہد میں قطعاً رائج نہیں تھی۔ ایسے مرکّب گزشتہ صدی کی مبتدعات سے ہیں اس بنا پر ہمیں اس شعر کو جدید اضافہ ماننا پڑے گا اور بات بھی یہی ہے کیوں کہ اگرچہ خاتمے کا یہ شعر مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ملتا ہے لیکن قلمی نسخوں میں جو زیادہ قدیم اور معتبر ہیں یوں درج ہے:

دو جگ رہیا خسرو نام
خالق باری بھئی تمام

شعر ہذا میں اگرچہ خسرو تخلص موجود ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خسرو وہی مشہور امیر خسرو ہیں۔ خسرو اور لوگوں کا بھی تخلص ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مسعود حسن رضوی

پروفیسر مسعود حسن رضوی کا خیال ہے کہ خالق باری ایرانی و تورانی پناہ گزینوں کے واسطے لکھی گئی تھی۔ انکے الفاظ ہیں۔

"خالق باری غالباً بچوں کے لیے نہیں لکھی گئی تھی۔ امیر خسرو کے زمانے میں چنگیزیوں کی تاخت و تاراج نے ایران و توران کو زیر و زبر کردیا تھا۔

ان کی جدال و قتال سے تنگ آکر ہزار ہا ایرانیوں اور تورانیوں نے ہندستان میں پناہ لی تھی - ان لوگوں کو ہندستانیوں سے بات چیت کرنے میں بڑی دقّت پڑتی تھی ۔ نہ وہ ان کی بات سمجھتے تھے نہ یہ ان کی ۔ قیاس کہتا ہے کہ اسی دقّت دُور کرنے کے لیے امیر خسرو نے فارسی اور ہندی کے ضروری ہم معنی الفاظ یک جا کر کے نظم کر دیے ہوں گے ۔ (ہندستانی ۴۳ ، جنوری ۱۹۳۱ء)

میں اس خیال میں محترم پروفیسر کا ہم نوا نہیں ہو سکتا کیوں کہ ممالک اسلام میں چنگیزی طوفان ۶۱۶ھ سے شروع ہوتا ہے - اس سال اور بعد کے آنے والے چند سال تک ان وحشیوں کی خوں ریزی و قتل و غارت اپنے انتہائی تشدد پر رہی ہے - اسی زمانے میں تورانی و ایرانی ان سے بھاگ کر غیر ملکوں میں پناہ گزیں ہوتے ہیں - چناں چہ ہندستان میں یہ لوگ ناصرالدین قباچہ والی ملتان (۶۰۲-۲۶ھ) اور شمس الدین التمش (۶۰۷-۳۳ھ) والی دہلی کے درباروں میں پہنچتے ہیں ۔ چنگیز خاں ۶۲۴ھ میں مرتا ہے - امیر خسرو ۶۵۲ھ میں پیدا ہوتے ہیں اور ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں ۔ اگر خالق باری امیر خسرو نے لکھی ہے تو وہ پچھلی دو تاریخوں کے درمیان کسی وقت لکھی گئی ہوگی ۔ اس صورت میں چنگیزی پناہ گزینوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا نہ وہ ان کے واسطے لکھی جا سکتی کیوں کہ یہ کتاب ان کی آمد سے پچاس ساٹھ بعد تالیف ہوتی ہے ۔

ادھر خالق باری کے سرسری مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تالیف ہندستانی بچوں کو فارسی عربی الفاظ سکھانے کے واسطے لکھی گئی ہے ۔ نہ ایرانی پناہ گزینوں کو ہندی سکھانے کے مقصد سے - اگر یہ کتاب ان پردیسیوں کے واسطے لکھی جاتی تو اس کی صورت یہ ہوتی کہ اس کی تعلیمی یا تشریحی زبان فارسی

ہوتی - ہندی الفاظ و مرادفات کی اس میں کثرت ہوتی - نہ کہ ہندی لفظ کے واسطے التزاماً عربی فارسی مرادف دینے کی ضرورت پیش آتی - برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی عنصر اس میں کم ہے - فارسی عربی الفاظ اور مرادفات کی کثرت ہے - جس سے یہ امر ذہن نشین ہوتا ہے کہ اصل مقصد فارسی کی تعلیم ہے - میں بعض مثالیں دیتا ہوں ؎

بادہ شراب و راوق و صہبا ہی است مد　　گرچہ عہ زاں خوری تو کنی کار نیک و بد

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر ان پناہ گزینوں کے واسطے لکھا گیا ہے - اس پورے شعر سے انھیں اس قدر علم ہوا کہ شراب کو ہندی زبان میں 'مد' کہتے ہیں - ادھر اس کے پانچ عربی فارسی مرادف دیے ہیں جن سے یقیناً یہ پناہ گزیں پہلے ہی سے واقف ہوں گے ؎

شب چراغ و نگار و خنگ توسن ہے ترنگ　　ببر ضیغم شیر ناہر یوز چیتا ہے پلنگ

یہاں پہلے مصرع میں ہندی ترنگ کے پانچ - ناہر کے تین اور چیتے کے دو فارسی عربی مرادف دیے ہیں - بالفاظ دیگر تین ہندی لفظوں کے واسطے دس فارسی عربی الفاظ آئے ہیں - اس تناسب سے کوئی سمجھ دار انسان خیال نہیں کر سکتا کہ خالق باری ان پردیسی مسلمانوں کو ہندی سکھانے کی غرض سے وجود میں آئی - ذیل کی مثالوں میں ہندی کے مقابلے میں پھر عربی فارسی الفاظ کی بہتات دیکھی جاتی ہے :-

راہ طریق سبیل پہچان　　ارتھ تہو کا مارگ جان

قوت نیرو زور بل آن　　سارق دزد چور ہے جان

خنجر و شمشیر صمصام است تیغ　　ہندوی کھانڈا کھاوے ان بن میخ

امید آس باشد نومید ہے نراس　　چرخ و فلک سپہر بود آسمان اکاس

ثور ستور گاو ہے بلد — خواہی لاوڈ خواہی الد
ہندی زبان خانہ ہم بیت گھر ہے — جو خوف دخطر بیم ہم ترس ڈر ہے
لسان وزبان فارسی جیبھ آنکھو — درخت وشجر دار را روکھ بھاکو
کثیر وفراوان وبسیار وافزوں — بسے بہت کہیے سبھی جانیو توں
ہم نمونہ بانگی اٹکل قیاس — عطر خوشبوی وشمیم وبوی باس
گلستان دہم بوستاں باغ باڑی — چمن قطع باشد خیابان کیاری

بلکہ بعض اوقات صرف فارسی عربی الفاظ پر قناعت کی ہے اور ہندی مرادف ترک کردیا ہے۔ چناں چہ:—

قصر کوشک حصن در تازی حصار — حجرہ کوٹھا بام اٹاری در دوار
کاغذ و قرطاس کاغذ دیکھیے — ہم قلم ہم خامہ لیکھن لیکھیے
آفت دآسیب ہر رنج وبلا — حی وزندہ جانیو تم جیوتا
عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک — بشر تو سروش و فرشتہ ملک
اسلحہ ہتھیار بود آہر شکار — رزم و غاجنگ دگر کارزار
مژدہ نوید خوش خبر بشارت — چشمک ایما سین اشارت

خالق باری میں عربی فارسی مرادفات لانے کا التزام اور بچوں کو پڑھانے کا اس کا عام دستور اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کتاب بچوں کو فارسی سکھانے کے واسطے لکھی گئی تھی۔

کسی اور بیان میں پروفیسر موصوف فرماتے ہیں:—

"یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خود امیر خسرو نے اس کتاب کا نام کیا رکھا تھا اتنا پتا ضرور چلتا ہے کہ آج سے کوئی تین سو برس پہلے بھی یہ کتاب خالق باری ہی کے نام سے مشہور تھی۔ اللہ خدائی سنہ ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس کے

مصنف تجلی نے کتاب کی مختصر منظوم تمہید میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

شاید از لطف ورحمت باری　　روح خسرو نمایدم یاری

اس شعر میں امیر خسرو کی روح سے مدد مانگی ہے اور اس کے پہلے مصرع کے آخری لفظ سے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خود اپنی تصنیف کا نام اللہ خدائی رکھا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بھی امیر خسرو کا ہندی و فارسی منظوم لغت موجود تھا اور اس کا نام بھی خالق باری ہی تھا۔ تجلی نے جس طرح منظوم لغت لکھنے میں خالق باری کا انداز اختیار کیا۔ اسی طرح اس کا نام بھی خالق باری کی طرز پر اللہ خدائی رکھا ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب کا یہ نام رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیوں کہ اس نام کو کتاب سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔"

(ہندستانی صفحہ ۴۸ جنوری ۱۹۳۱ء)

اللہ خدائی کا مصنف تجلی جماعت صوفیہ سے گہری عقیدت رکھتا ہے خواجہ بہاؤالدین نقش بندی (متوفی ۷۹۱ھ) کی خدمت میں اسے قلبی ارادت ہے۔ ہر مشکل میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔

گر مرا نیک او فتد یا بد　　خواہم از نقش بند خواجہ مدد

دارم امید جرعہ از جامش　　زانکہ مشکل کشائے شد نامش

پھر بادشاہ عہد شاہ جہاں کی مدح سے فراغت پاکر فیضان سخن کے واسطے حضرت نظام الدین اولیا اور امیر خسرو کی ارواح سے امداد کا خواستگار ہے تاکہ مرغ معنی اس کے جال میں پھنس جائے۔ کہتا ہے :-

بہر مرغ سخن نہادم دام　　مددے خواستم ز روح نظام

شاید از لطف ورحمت باری　　روح خسرو نمایدم یاری

تا مگر فکر تم تمام افتد　　طائرِ معنی ام بدام افتد

دوسرے شعر میں 'باری' لفظ کے لانے سے یہ قیاس کہ تجلی نے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اضافت بادنیٰ ملابست کا حکم رکھتا ہے۔ اگر شاعر ایسا کرنا چاہتا تو مصرع میں ایک ادنیٰ تبدیلی سے کتاب کا پورا نام لا سکتا تھا۔ یعنی ع

شاید از لطف خالق باری

اس لیے یہ یقین کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد یہاں خالق باری سے ہے اگرچہ مجھ کو تسلیم ہے کہ خالق باری اللہ خدائی سے اقدم ہے اللہ خدائی خالق باری کا پورا تتبع نہیں کرتی۔ جس طرح موخرالذکر کے آغاز میں الفاظ 'خالق باری' ملتے ہیں اسی طرح تجلی کی تالیف کے شروع میں 'اللہ خدائی' الفاظ نہیں آتے بلکہ حمد و نعت و سبب تالیف کے بعد اصل کتاب اس شعر سے شروع ہوتی ہے

ہے صمد پاک اور احد یکّہ　　جان ام القریٰ کو تو مکّہ

کتاب کا نام خاتمے میں یوں دیا ہے:۔

چوں بفضل خدائے گشت تمام　　کردم اللہ خدائی ایں را نام

میرا خیال ہے کہ تجلّی نے اپنی کتاب کا نام 'اللہ خدائے' رکھا ہوگا نہ 'اللہ خدائی' اگرچہ اس تالیف کے مطبوعہ و قلمی نسخوں میں بالعموم 'اللہ خدائی' نام نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر وحید مرزا

ڈاکٹر وحید مرزا نے اپنے انگریزی مضمون 'خسرو کی ہندی شاعری' میں جو ادارۂ معارف اسلامیہ کے پہلے اجلاس منعقدۂ لاہور اپریل ۱۹۳۳ء کی رو بداد کے ساتھ چھپا ہے،

کوئی نئی بات پیدا نہیں کی۔ وہ تقریباً مولانا محمد حسین آزاد۔ مولوی محمد امین چڑیاکوٹی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی کے بیانات کو مختصراً دُہرا کر کہتے ہیں کہ خالق باری کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ وہ خسرو کے قلم سے نکلی ہو یا نہیں نہایت مشکل ہے۔ اگر خسرو کی تصنیف ثابت بھی ہو جائے تو اس سے طوطیٔ ہند کی شان کون سی بلند ہو جائے گی۔

خان آرزو

خالق باری کے متعلق یہ بعض آرا زمانۂ حال کے اساتذہ و محققین کی ہیں۔ قدما میں خان آرزو (سراج الدین علی خاں) متوفی ۱۱۶۹ھ جہاں تک مجھے معلوم ہے پہلے بزرگ ہیں جو اس کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔

غرائب اللغات اردو لغات پر ایک کتاب عہدِ عالم گیر کے فاضل میر عبدالواسع ہانسوی کی تصنیف ہے۔ خان آرزو بعد ترمیم و اضافہ اس کی ایک جدید اشاعت تیار کرتے ہیں۔ اس اشاعت میں جو غرائب اللغات ہی کے نام سے موسوم ہے۔ خان موصوف کئی موقعوں پر رسالہ منظومہ امیر خسرو کا جس سے ان کی مراد خالق باری ہے ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'انون' کی تشریح کے وقت میر عبدالواسع پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"'انون' در رسالہ بخاریکہ در ایّام زمستان برروی ہوا پیدا شود، میغ"
مولف گوید کہ ایں غلط است چراکہ 'انون' در ہندی ابر بلند شدہ را گویند۔ لہذا در وقتے کہ ابر شود ہندیاں گویند۔ بادل اٹھے یعنی ابر پیدا شد و سبب غلط این است کہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالۂ خود 'انون' میغ گفتہ و در اکثر لغت فرس میغ بمعنی بخار مذکور آوردہ و حال آں کہ میغ بمعنی ابر نیز آمدہ چناں کہ در سروری۔ و ہندی صحیح بخار مذکور 'کُہر' است و در فارسی مشہور در کتب لغت 'نژم' بکسر نون

وسکون رائے معجمہ ومیم"۔

اس موقع پر خان آرزو کی مراد خالق باری کے اس شعر سے ہے:

خنجر وشمشیر وصمصام است تیغ ہندوی کھانڈا کھاندے آن ہن ہیغ

مطبوعہ نسخوں میں یہ شعر اسی طرح ملتا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ خالق باری کے قلمی و قدیم نسخوں میں 'آن من' کی جگہ 'انون' 'اونون' یا 'انو' ملتا ہے۔

چھرے کی تشریح میں خان موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

"چھرا - در رسالہ "کارد بزرگ و بتازی ساطور خوانند" ہمین است درکشف اللغات و در منتخب اللغات کارد و خنجر و در قاموس مطلق چیزے کہ برد، و در رسالۂ منظومۂ امیر خسرو چھرہ بمعنی استرہ است ومشہور در قصبات ہندستان نیز ہمین است"

یہاں خان آرزو خالق باری کے شعر ذیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں

جاروب سوہنی کہ سبد است ٹوکرا مقراض کترنی کہ بود استرہ چھرا

ماڑھی ایک اور لفظ ہے - خان موصوف اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" ماڑھی در رسالہ عمارتے کہ بر قبر آتش پرستان و یہود ان سازند۔ ستودان۔ اسین جہملہ و فوقانی بوا و رسیدہ لیکن بمعنی بام است۔ چنان چہ از از رسالۂ منظومۂ امیر خسرو علیہ الرحمۃ معلوم می شود۔ امّا تحقیق آن است کہ ماڑھی مطلق عبارت است و بہ معنی کہ مصنف آوردہ مڑھی بحذف الف"

خالق باری کا یہ شعر خان کے ذہن میں ہے

قصر کوشک حصن درتازی حصار حجرہ کوٹھا بام ماڑی در دوار

چکوا چکوی کے تعلق میں لکھتے ہیں:۔

"و این کہ در شعر امیر خسرو لفظ چکاوک بمعنی چکوا چکوی واقع شدہ توجیہ آں در سراج اللغۃ نوشتہ ام"۔ خالق باری میں مجھے کوئی ایسا شعر نہیں ملا جس میں یہ لفظ آتا ہو۔ ممکن ہے کسی اور تالیف سے دیا ہو۔ بہرحال ان تلمیحوں سے ظاہر ہے کہ خان آرزو خالق باری سے بہ خوبی واقف ہیں اور اس کو امیر خسرو کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ خان آرزو پر کیا موقوف ہے۔ محمد شاہ کے عہد کے بعض مخطوطوں سے بھی جن تک میری رسائی ہوئی ہے۔ اسی عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہم نے خالق باری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہے تاریخ و ادب میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا۔ نہ خسرو کی تالیفات کے ساتھ اس کا شمار ہوتا ہے نہ اس کے قدیم نسخے دست یاب ہوتے۔ جس قدر نسخے ملتے ہیں بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری کے نوشتہ ہیں۔ حتیٰ کہ گیارھویں صدی کا بھی کوئی با تاریخ نسخہ معلوم نہیں جہ جائے کہ دسویں صدی یا اس سے قبل کے نسخے معلوم ہوں۔

خالق باری کے تتبع میں کتابیں

گیارھویں صدی میں کم اور بارھویں تیرھویں صدی میں خالق باری کے تتبع میں درجنوں کتابیں لکھی جاتی ہیں مثلاً اللہ خدای، از تجلّی۔ فرح صبیان، از شیخ اسحٰق لاہوری قریب ۱۰۵۰ھ در عہد شاہ جہاں۔ صمد باری از میر عبدالواسع ہانسوی۔ فتح الفہم، نصاب مصطفےٰ ۱۱۲۶ھ عہد فرخ سیر۔ اسماے فارسی از نوند راے۔ قرآن مصحف۔ رازق باری۔ از والہ۔ ایزد باری۔ لغات السعید از محمد حصار۔ مطبوع الصبیان از صفی۔ خالق باری از محمد اکرم۔ خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی المتخلص بولی۔

قادر باری، از فیاض عسکری سنہ ۱۲۱۰ھ - اللہ باری، از حافظ احسن اللہ لاہوری سنہ ۱۲۰۷ھ - قادر نامۂ غالب، نصاب مختصر از مولوی قدرت احمد عاصی سنہ ۱۲۳۵ھ مالک باری، از پنڈت بل رام کشمیری سنہ ۱۱۸۰ھ - نصاب حسن عرف شمع انجمن از منشی حسن علی ولد محمد اسمٰعیل خاں بہاری سنہ ۱۲۵۰ھ - فارسی نامہ کلاں طبع قیومی سنہ ۱۳۳۰ھ - قرآن مصحف، گنج فارسی از مہلہہ، فیض جاری از میر شمس الدین محمد مرحوم سنہ ۱۸۵۳ء نول کشور، نادر الترتیب مع فرہنگ طبع سنہ ۱۸۹۵ء، حمد باری از عبد السمیع رام پوری۔ مفید البحث از منشی جمعیت علی - اللہ پیارے، از محمد عبد الحمید - ایزد نامہ از امجد، خالق باری از احمد الدین خاں۔ خوش حال صبیان - از جگجیون داس وغیرہ وغیرہ

جب اس قدر کتابیں ان تین چار صدی کے اندر اندر لکھی گئی ہیں تو ظاہر ہے کہ خالق باری بھی ان کے متصل زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ خالق باری ۷۲۵ھ سے قبل بلکہ ساتویں صدی میں لکھی جائے۔ اس کے بعد پوری تین ساڑھے تین صدی تک اہلِ علم خاموش بیٹھے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں - گیارھویں صدی میں یکا یک اس کا چرچا ہو اور اس کی تقلید میں نصاب تیار ہونے لگیں - ہمارے نزدیک یہ ایک ناقابل تسلیم صورت حال ہے - خالق باری نصابی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کا زمانہ ہمیں دیگر ایسی تصنیفات کے زمانہ کے قریب ماننا ہوگا۔

اگر خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہوتی تو صورتِ واقعات بالکل مختلف ہوتی۔ اس عہد سے لے کر اب تک سیکڑوں نصاب اس کی تقلید میں لکھے جاتے۔ شارح اس کی شرحیں لکھتے۔ اہلِ لغات اس سے استشہاد کرتے اور کتاب ہذا مختلف فیہ لغات کے واسطے ایک معتبر اور

سندی ماخذ قرار پاتی - بہت کم لوگ واقف ہیں جس بے سروسامانی اور مشکلات کے ماحول میں آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری کے ہندستانی فرہنگ نگاروں نے اپنی کتب لغات ترتیب دی ہیں - وہ ادبی ادبی شرحوں سے لغات جمع کرتے ہیں - کتابوں کے حواشی سے الفاظ چنتے ہیں - زندہ اساتذہ سے تحقیق کرتے اور دریافت کرتے ہیں - خطوط و مکتوبات سے سند لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ - اگر امیر خسرو اتنا بڑا مجموعۂ لغت اپنی یادگار چھوڑ جاتے جو کہا جاتا ہے کئی بڑی جلدوں میں اور کئی ہزار اشعار کا حامل تھا - کس طرح ممکن تھا کہ یہ فرہنگ نگار جو دو درجن سے زیادہ ہیں اس سے استفادہ نہ کرتے بلکہ اس کے وجود سے بھی بے خبر رہتے - یہ خیال کرنا کہ یہ کتاب محض اتفاقیہ ان کے ہاتھ نہ لگی حقیقت سے بعید معلوم ہوتا ہے - کیوں کہ ان بزرگوں کے قول کے مطابق شروع ہی سے یہ کتاب داخلِ نصاب رہی ہے - پھر ان کی ناواقفیت اس سے کس طرح ممکن تھی -

مولانا محمد امین نے اس یقین کے ساتھ کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف ہے - دل کھول کر شاعرانہ انداز میں اس کی تعریف کی ہے بلکہ نصاب الصبیان سے مقابلہ کر کے خالق باری کی افضلیت کو تسلیم کر لیا ہے - مولانا نے غالباً یہ سب کچھ محض عقیدتاً کیا ہے - کیوں کہ حقیقتاً اگر ان کو مقابلہ منظور ہوتا تو نصاب الصبیان کے بجائے عبدالواسع کے نصاب سہ زبان یا ان نصابوں سے جو خالق باری کے بعد وجود میں آئے ہیں مقابلہ کرتے جو ہر حال میں زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا - امیر خسرو کا احترام ہمارے دل میں بھی اسی قدر ہے جس قدر کہ مولانا کے دل میں ہے - لیکن خالق باری کا معاملہ اور بات ہے - میں امیر کی طرف اس تالیف کا انتساب امیر کی ہتک سمجھتا ہوں - ہمیں اس کے نقائص

پر بھی ایک نگاہ ڈالنی چاہیے۔

اس کتاب میں ہر قسم کی ترتیب کا التزام مفقود ہے۔ مضمون الفاظ اور وزن میں کوئی قرینہ ملحوظ نہیں۔ ہندی الفاظ کے تلفظ کی کوئی پروا نہیں کی گئی۔ بعض الفاظ کا صحیح ترجمہ نہیں دیا۔ عربی فارسی اور ہندی مرادف بالالتزام نہیں دیے۔ کبھی فارسی ہندی دے دیے کبھی فارسی عربی پر اکتفا کی۔ بھرتی کے الفاظ اس کثرت سے لائے گئے ہیں کہ الفاظ برائے بیت خالق باری کا وقیع پہلو بن گئے ہیں۔ مثلاً شعر مذکورۂ بالا بادہ شراب وراوق الخ میں مصرع دوم

"گر جرعہ زاں خوری تو کنی کار نیک و بد"

تمام و کمال برائے بیت ہے۔

وزن کی غلطیاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ کتاب نوعمر بچّوں کے واسطے لکھی گئی ہے اس لیے اس کی بحروں کا سبک اور شگفتہ ہونا ضروری تھا۔ لیکن تصنیف ہذا میں کئی موقعوں پر غیر شگفتہ وزن نظر آتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اوزان کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ کوئی مصرع گھٹ گیا۔ کوئی بڑھ گیا مثلاً شعر آئندہ

زر بود سونا سیم جیتل نقرہ روپا　　جامہ کپڑا ٹاٹ ٹپڑ ڈبہ کوپا

جو بہ ظاہر بحر رمل مسدس سالم میں ہے اس کے پہلے مصرع میں رکن اول کے بعد ایک سبب خفیف زائد از وزن لایا گیا ہے یعنی "سونا" کا "نا" وزن سے باہر ہے۔

جگرداں کلیجہ سپر زاست تلی　　کہ پہلو بود ہندوی پانسلی

اس شعر میں پہلے مصرع کا آخری رکن سالم یعنی فعولن آیا ہے۔ دوسرے مصرع کا آخری رکن محذوف یعنی فعل ہے۔ یہ اختلاف ناجائز ہے

ورنہ تلی کے لام کو بہ تخفیف تشدید پڑھا ہوگا۔

اور شعر ؎

بشمر تو سروش و فرشتہ ملک
عقرب بتا زی بچھو کژدم برج فلک

میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلا مصرع انگڑائی لے رہا ہے۔ اس کے وزن کی اگر تلاش کی جائے تو فارسی والے کہیں گے کہ ہندی وزن ہوگا اور ہندی والے کہیں گے کہ فارسی ہوگا ؎

چھینکا آونگ ہندوی ڈھیل ہے درنگ
توت فرصاد است کھیرا بادرنگ

اس شعر میں آونگ کا گاف اور ڈھیل کی لام زائد از وزن ہیں

پانچ شعر کا ایک قطعہ جو بہ ظاہر وزن ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف مفعول مفاعلن فعولن معلوم ہوتا ہے۔ مولانا محمد امین صاحب چڑیا کوٹی کی مرتبہ خالق باری صفحہ ۱۲ سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

آدیت بپارسی خور آمد
کیوان زحل سنیچر آمد

رائی بزبان فارسی خردل
مریخ بزبان ہندوی منگل

اورا تو دبیر چرخ خوانی
بدھ ہے عطارد گر تو بدانی

قاضی سپہر در سعادت
برجیس مشتری برسپت

خنیا گر آسمان دل آرام
شد شکر ہندوی زہرہ را نام

قطعہ ہذا میں پہلے شعر کا وزن درست ہے۔ لیکن دوسرے شعر کا وزن مفعولُ مفاعلن مفاعیلن ہے وہ بھی اس صورت میں کہ مریخ کے بعد بائے ظرف کو زائد از وزن قرار دیا جائے۔ تیسرے شعر کا مصرع اول بروزن مفتعلن فع دو بار ہے۔ چوتھے شعر میں برجیس کے بعد "ہے" کے اضافہ سے وزن درست ہوگا۔ پانچویں شعر میں مصرع اول کا وزن یقیناً ہزج

مسدس اخرب مقبوض و محذوف سے خارج ہی - بہرحال ارکان شعر میں اس قدر اختلاف عروضی نقطۂ نظر سے بالکل ناجائز ہی -

ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی

یہ بھی دیکھا جاتا ہی کہ مصنّف مختلف موقعوں پر ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی دے جاتا ہی :-

عنقا سیمرغ ہست لگ لگ ہو تیترا   ہم بارکش رلیسماں ہی جیبڑا

طاؤس مور باشد و درّاج تیترا   خوب و نکو بھلا و بد و زشت ہی برا

گویا مصنف کے نزدیک تیتر کی فارسی لگ لگ بھی ہی اور درّاج بھی - لیکن فارسی میں لگ لگ اور درّاج دو مختلف پرندے ہیں - درّاج بیشک تیتر ہی - لگ لگ کو اہلِ لغات یوں بیان کرتے ہیں :-

"مرغ است مشہور کہ گردن و منقار و پائے دراز دارد و مار را شکار کند حکیم سنائی ؎

آں لگ لگ گویا کہ لک الحمد و لک الشکر   تو طعمۂ من کردۂ آں مارزیاں را"

اس قسم کی غلطی حضرت امیر خسرو سے نہایت بعید ہی -

کسی دوسرے موقع پر خرما کے معنی ایک جگہ کھجور بتائے ہیں اور دوسری جگہ املی چناں چہ :- ؎

جان خرما ہندوی املی   دان صمغ گوند گلیم است کنبلی

ہندوی گویند خرما را کھجور   داکھ را تو فارسی میدان انگور

املی اگرچہ خرمائے ہندوی کہلاتی ہی لیکن جس طریق سے مصنّف نے بیان کیا ہی بے حد مغالطہ انگیز ہی - شعر دوم میں جس طرح انگور کا تلفظ کھپایا گیا ہی ہمیں پنجاب کی یاد دلاتا ہی - یہ تلفظ امیر سے بعید ہی -

صحت الفاظ کی پروانہ کرنا

مصنّف صحت الفاظ کی پروانہ کرتے ہوئے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کردیتا ہے

ہرن آہو جانیے آہو بچہ ہے کہیے غزال
بوزنہ بندر خرس ریچھ آمدہ گیدڑ شغال

بہ ضرورت وزن یہاں ہرن کی رے کو جو متحرک ہے ساکن اور خرس کی رے کو جو ساکن ہے متحرک پڑھنا ہوگا۔ یہ تلفظ مبتدیوں کے لیے یقیناً گمراہ کن ہے۔

کرم شب تاب است کیڑا چکناں
نیز گویند آتشک اورا بداں

'چکناں' بہ تحریک اوّل و دوم و سکون سوم ہے۔ یہاں وزن کی بنا پر اس کو بہ سکون دوم و حرکت سوم پڑھنا ہوگا۔

حسربا گرگٹ کژدم بچھو راسو نیول
سگ ہے کتا ماہی مچھلی لقمہ کول

اس شعر میں 'کول' جیسا کہ مولانا محمد امین صاحب نے لکھا ہے بہ حرکت اوّل و دوم ہے مگر وزن کی خاطر بہ سکون دوم و سوم پڑھا ہے۔

گندم گیہوں نخود چنا شالی ہے دھان
جرت جوتری عدس مسور برگ ہے پان

شعر مذا میں جوار کے لیے جرت کا لفظ آیا ہے اس شکل میں یہ لفظ کتب لغات میں نہیں ملتا۔ اہل لغات زرت بازائے معجمہ و تشدید دوم (جیسے حکیم یوسفی کے قصیدے میں دیکھا گیا) لکھتے ہیں اور بعض اہل نصاب بہ تخفیفِ تشدید لائے ہیں۔

چرخہ رہٹہ غلہ را پاگلہ دان
رانڈ بیوہ زال را بوڑھی بجواں

اس شعر میں پاگلہ ایسا لفظ ہے جس سے اہلِ لغات ناواقف ہیں۔

غیر صحیح ہندی ترجمے

اسی طرح بعض الفاظ کے ہندی ترجمے صحیح نہیں دیے۔

سیر اگھانا کور کانا بھید راز   گرسنہ بھوکا پیاسا تشنہ باز

کور کا ترجمہ کانا ایک نصاب کی کتاب میں جو خصوصیت کے ساتھ بچوں کے واسطے لکھی جاتی ہی درست نہیں کہا جاسکتا۔

دست برنجن کنگن کہیے پائل ہی خلخال   پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن جمال

یہاں لفظوں کی الٹ پھیر سے غلط معنی پیدا ہو گئے یعنی پائے برنجن کے معنی چوڑا دیے ہیں۔ چوڑا ہاتھ میں پہنا جاتا ہی نہ پانو میں۔ چوڑا غالباً دست برنجن سے متعلق ہی جو پہلے مصرع میں آتا ہی۔

جوز بویا جائپھل بیشک بداں   ہم قرنفل لونگ را کیکر بخواں

کیکر کو پنجابی لفظ بتایا گیا ہی۔ چناں چہ تمام مطبوعہ نسخوں میں اس کو پنجابی دکھایا ہی لیکن حیرت خیز یہ امر ہی کہ اہل پنجاب اس لفظ سے جن معنوں میں کہ یہاں آیا ہی اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ کیکر البتہ ان کے ہاں ببول کو کہتے ہیں نہ لونگ کو۔

شب گیر و لیل و شب تو بداں رات رین نس   فانیذ و قند و شکر گڑ جان زہر بس

یہاں شب گیر (وقت سحر پیش از صبح) کو رات کے ہم معنی کہنا بروئے لغت درست نہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرع میں فانیذ قند و شکر کو مرادفات کے طور پر لاکر ان کا ترجمہ 'گڑ' بتانا نامناسب ہی۔

ران و فخذ کہ جانگھ بود ناز لاڈلا   استخواں ہاڑ باشد و دیوانہ باولا

دونوں مصرعوں میں وزن کے اختلاف سے قطع نظر ناز کا ترجمہ لاڈلا صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ ناز بمعنی فخر و استغنا و نازش ہی۔ اِدھر لاڈلا

ناز پروردہ اور پیارا ہی نہ کہ ناز۔

رایت لوائے و نیزہ بود اسپرست ڈھال   لب آب ندی حوض دگر سرورست نال

نیزہ، رایت اور لوا کا ہم معنی نہیں مانا جا سکتا۔ نیزہ بھالا یا برچھا ہی رایت جھنڈا ہی ؎

دیہیم و تاج وافسر در ہندوی مکٹ   زاغ بریدہ پر را تو جان کاگ کٹ

زاغ بریدہ پر کا ترجمہ 'کاگ کٹ' ناکافی ہی۔ خالی 'کٹ' سے تو 'بریدہ پر' کا مفہوم ادا نہیں ہوتا ؎

انگشتری انگوٹھی کہیے خاتم جان نگینہ   ہی زنگولہ گھنگرو، بچھوا جھمکا مال خزینہ

نگینے کے مشہور اور معتبر معنی نگین یا نگ ہیں۔ انگوٹھی پر اس کا اطلاق بہ سبیل مجاز ہی اور نہایت قلت سے استعمال ہوا ہی۔ مصنف خالق باری عام فہم معنی سے احتراز کر کے غیر مشہور معنی دے رہا ہی۔ مصرع ثانی میں گھنگرو بچھوا اور جھمکا تین مختلف المعنی ہندی الفاظ جمع ہیں۔ گھنگرو زنگولہ کی ہندی ہی۔ بچھوا ایک ہتھیار ہی اور پانو کی انگلیوں کا زیور بھی ہی۔ جسے جھمکے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ مال اور خزینہ عربی الفاظ ہیں اور باہم مرادف نہیں۔

ہامہ کا چک مانجھ کپار جا کہیے ٹھاوں   چوں در ہندوی مرا بہ پرسی کھوپڑی ناوں

یہاں عربی ہامہ اور اس کے فارسی مرادف کاچک کے لیے ایک ہندی مرکب لفظ مانجھ کپار دیا ہی۔ پھر فارسی لفظ جا کا ترجمہ ٹھاؤں لاکر پہلا مصرع ختم کر دیا ہی مصرع ثانی میں دوبارہ پہلے لفظ کی طرف رجوع کر کے کہا ہی کہ اگر ہندی میں پوچھو گے تو اس کا نام کھوپڑی ہی۔ یہ نامناسب طریقہ ہی کہ ایک لغت کی تشریح دوسرے لغت کے بعد لاکر متعلم کے ذہن میں غلط فہمی کا موقع پیدا کیا جائے۔ مولانا نذیر احمد نے اس سقم کو دور کرنے کے

لیے شعر کو یوں بدلا ہی :-

ہا سر کا چک کھوپڑی باشد بھیجا مغز دماغ ‏ ‏ کلھڑا کوزہ صراحی بوتل پیالہ کاسہ ایاغ

اسی قسم کی تقدیم وتاخیر کی مثال میں ایک اور شعر دیا جاتا ہی :-

دشمن بیری کوس دمامہ باراں مینہ ‏ ‏ عشق ومحبّت عاشق متّر جانی نیہہ

یہاں بھی عشق ومحبّت کا ہندی ترجمہ 'نیہہ' غیر لفظ عاشق اور اس کے ہندی مرادف متّر کے بعد جا کر دیا ہی - ع

طفل کودک خورد بالا منڈہ را

اس مصرع میں 'را' حشو یہ بالکل مہمل اور بدنما ہی

سمندر رہے آگ میں جیو کیڑا ‏ ‏ چو بعد است دور وچو نزدیک نیڑا

'بُعد' کی فارسی دوری ہی نہ کہ دور یا یوں کہیے کہ 'دور' کے واسطے بعید آنا چاہیے تھا - ایسی غلطی مصنّف یا کاتب کی بے خیالی سے پیدا ہو سکتی ہی - لیکن تعجب اس بات پر آتا ہی کہ امیر خسرو کے لحاظ سے کسی نے خالق باری کی ایسی غلطیوں کی درستی کی جرأت نہ کی -

موسل ست معروف ہاون اوکھلی ‏ ‏ چوب دستہ موسل است خوشہ پھلی

یہ شعر بھی مصنّف کی بے پروائی کی مثال میں لایا جا سکتا ہی - پہلے مصرع میں 'موسل' کو معروف کہ کر چھوڑ دیا اور دوسرے مصرع میں وہی لفظ مکرر لا کر اس کی فارسی 'چوب دستہ' دی ہی -

نام کیول را بداں نیلوفر است ‏ ‏ کبہ وجیش وچشم داں لشکر است

کیول کوئی لفظ نہیں - اصلی لفظ 'کنول' ہو گا کسی غلطی کی بنا پر 'کیول' لکھا گیا - لیکن امیر خسرو کے رعب میں آکر کسی نے اس کی تصیح کا اقدام نہیں کیا ، اسی طرح دوسرے مصرع کے پہلے رکن میں 'کبہ و' کی جگہ 'کو کبہ' زیادہ مناسب

اور عام فہم معلوم ہوتا ہے۔

مصنّف خالق باری اور امیر خسرو مختلف ہیں

یہاں بعض ایسی شہادت پیش

کی جاتی ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصنّف خالق باری اور امیر خسرو دو مختلف شخصیتیں ہیں یا ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور میں ان کی معلومات مختلف ہے مثلاً

فارسی سیمرغ عنقا ہست تدرو و کبک ہنس   ہیچو یرقانست کا نور ہے زریرو نسل نہیں

اس شعر میں تدرو۔ کبک اور ہنس تین مختلف پرندوں کو مصنّف نے ایک مان لیا ہے۔ کبک کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس کو ہم چکور کہتے ہیں۔ ع

کبک کو ہندی میں کہتے ہیں چکور

ہنس آبی پرندہ ہے۔ تدرو کے واسطے اہل لغات لکھتے ہیں :-

"مرغیست صحرائی شبیہ بہ خروس در نہایت خوش روشی و خوش رفتاری"۔

لیکن قابلِ ذکر یہ امر ہے کہ خود امیر خسرو کبک اور تدرو کو علی الرغم مصنّف خالق باری علاحدہ علاحدہ پرندے تسلیم کرتے ہیں۔ چناں چہ قران السعدین[۵] میں

آں کہ بریدے زبرخود تدرو   ماندہ چو پر گم شدگاں زیر سرو

لالہ چو از کوہ برفت از شکوہ   کبک ببرّید دل از تیغ کوہ

قران السعدین میں دونوں شعر اسی ترتیب سے بلا فصل آتے ہیں جس سے اس یقین میں کوئی شبہہ نہیں رہتا کہ امیر کے نزدیک کبک اور تدرو علاحدہ علاحدہ پرندے ہیں۔ اس کی تائید نظامی کے اشعار سے بھی ہوتی ہے چناں چہ[۵]

دریں باغ رنگین چو کبک و تدرو   نہ گل در چمن ماند خواہد نہ سرو

(سکندر نامہ ص۱۸ مطبع مصطفائی ۱۲۷۰ھ م)

(دیگر) چمن باز نو شد بہ شمشاد و سرو   خرامش در آمد بکبک و تدرو

(سکندر نامہ صہ ۱۵۴ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۷۴ھ)

(دیگر) ز تیہو و دراج و کبک و تدرو نیابی تہی سایۂ بید و سرو
سکندر نامہ صہ ۱۵۲ مطبع مصطفائی سنہ ۱۲۷۴ھ)

بہرحال خسرو کی طرح نظامی بھی کبک و تدرو کو جداگانہ پرندے قبول کرتے ہیں اگر خالق باری امیر کی ملک ہوتی تو کبک و تدرو کو ایک دوسرے کا مرادف ماننے کی غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خالق باری کا مصنف اور امیر خسرو ایک شخص نہیں ہیں۔ نہ ہم یقین کرسکتے ہیں کہ خسرو ہلس۔ تدرو اور کبک میں کوئی فرق نہیں کر سکتے تھے ؎

ثور ستور گاؤ ہی بُلد خواہی لادو خواہی الد

یہاں لادو بمعنی گدو یا بار بردار ہی لیکن امیر خسرو دول رانی خضر خانی میں بار بردار کے لیے جو ہندی لفظ لائے ہیں 'لادی' ہی ؎

سوم لادی گرفتہ بر سر ایں بار کہ در ہندی است لادی بار بردار

لادی فی زمانہ بوجھ کے واسطے آتا ہی یعنی اتنا وزن جو کوئی جانور ایک مرتبہ لے جاسکتا ہو۔

ستور کا اطلاق اگرچہ چارپائے پر ہوتا ہی مگر زیادہ تر مراد گھوڑا لیا جاتا ہی۔ فردوسی ؎

ز سم ستوراں دراں پہن دشت زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

دیگ ہانڈی کفچہ ڈوئی بے خطا تابہ گزگان است کڑاہی و توا

گزگان یا گزکان نے مصنوعی لغت کی حیثیت اختیار کرلی ہی یہ لفظ آنند راج نفائس۔ برہان۔ رشیدی اور جہاں گیری میں نہیں ملتا۔ البتہ قازقان۔ قزغان اور گزغان بہ معنی "دیگ بزرگ میں" ملتا ہی جو ترکی لفظ ہی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ولے با ایں ہمہ زیں خوان خالی شستہ بودستم   کہ حلوائے رضا پختہ نگردد اندریں گزغان[۵۱]

یاد رہے کہ خسرو کے نزدیک اس کا تلفظ ’گزغان‘ ہی نہ ’کزگان‘ یا گزکان جیسا کہ خالق باری میں آتا ہی۔ مصنف خالق باری اسے کڑاہی کے معنی میں لایا ہی حالاں کہ دیگ اور کڑاہی میں بڑا فرق ہی۔

کتب لغات ایک بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہی کہ ایسی تالیف بغیر کتب لغات کی امداد کے مشکل سے تیار ہو سکتی ہی۔

ہندستان ہی صرف ایسا ملک ہی جہاں فارسی لغات کے سلسلے میں بڑی سرگرمی و تندہی کے ساتھ باقاعدہ کام کیا گیا ہی. چوں کہ اس ملک میں فارسی کی حیثیت ہمیشہ سے اکتسابی رہی ہی۔ اس لیے ہر زمانے میں اس مضمون میں دل چسپی لی گئی ہی اور فرہنگیں کثرت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ عہد مغلیہ میں جو لغات تصنیف ہوئے مثلاً فرہنگ جہاں گیری و سروری و رشیدی وغیرہ۔ ان سے خالق باری کو کوئی سروکار نہیں۔ عہد قبل مغل میں پھر ایک دراز سلسلہ فرہنگوں کا ملتا ہی جو ہندستان کے مختلف مقامات میں وجود میں آئیں۔ ان میں سب سے مقدم فرہنگ نامۂ قواس ہی جو علاء الدین محمد شاہ خلجی ۶۹۵ھ (م ۷۱۵ھ) کے عہد کے مشہور شاعر مولانا فخرالدین مبارک شاہ غزنوی قواس یا کمانگر کی تالیف ہی۔ اس کے بعد دستور الافاضل کا نمبر ہی جس کو مولانا رفیع المعروف بحاجب خیرات دہلوی ۷۴۳ھ میں ختم کرتے ہیں۔ قاضی بدرالدین محمد دہلوی نے ۸۲۲ھ میں اداۃ الفضلا۔ مولانا محمد بن قوام بن رستم کرائی (گجراتی) نے ۸۳۷ھ میں بحر الفضائل۔ مولانا محمد بن داؤد شادی آبادی (منڈوی) شارح انوری و خاقانی نے مفتاح الفضلا۔ مولانا ابراہیم

---

۵۱ شرمندہ مانم از پئے ترتیب نان شان   قزغان گرو تغار گرو آسیا گرو
(دیوان حسن سنجری ص ۳۲۷ مرتبہ حضرت محوی)

فاروقی نے ۷۷۰ھ میں شرف نامۂ منیری۔ مولانا محمود بن شیخ ضیا نے ۹۱۶ھ میں سکندر لودھی کے نام پر تحفۃ السعادت تصنیف کیں۔ اسی طرح اور فرہنگیں ہیں جن کے زمانوں اور مصنفوں سے ہم ناواقف ہیں مثلاً قنیۃ الطالبین از ابن باب قاضی شہ۔ زفان گویا از ملا رشید برادر جد جامع شرفنامہ منیری۔ فرہنگ علی بیگی۔ فرہنگ شیخ زادہ عاشق۔ فرہنگ شیر خانی۔ موائد الفوائد۔ لسان الشعرا۔ فوائد الفضلا۔ اصطلاحات شعر۔ طب حقائق الاشیا وغیرہ وغیرہ اس سلسلے کی آخری کڑی مویٔد الفضلا ہی جو کہتے ہیں ۹۲۵ھ میں تصنیف ہوئی اب خالق باری اس سلسلہ کی فرہنگوں پر اساس پائی ہی

ان فرہنگوں کے ساتھ خالق باری کا علاقہ یہاں بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی جو براہِ راست اس تالیف کا علاقہ عہد قبل مغل کی فرہنگوں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ خالق باری میں بعض وہی غلطیاں نظر آتی ہیں جو خود ان فرہنگوں میں موجود ہیں مثلاً ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ امیر خسرو کے نزدیک تذرو اور کبک دو مختلف پرندے ہیں۔ لیکن صاحب خالق باری نے ان دونوں پرندوں کو ایک مانا ہی اس کی وجہ یہ ہی کہ خود بعض اہل لغات اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مثلاً فرہنگ مویٔد الفضلا میں تذرو کی تشریح میں ہم یہ عبارت پڑھتے ہیں۔

"تذرو بفتحتین، کبک، و آں پرندہ ایست آتش خوار و خوش رفتار کہ بکوہہا بود" کذا فی ادات (الفضلا) ادات الفضلا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہی ۸۲۲ھ میں تالیف ہوئی ہی۔ اب ظاہر ہی کہ صاحب خالق باری نے اپنی کتاب تالیف کرتے وقت ادات الفضلا بلکہ مویٔد الفضلا سے امداد لی ہی جس سے عبارت بالا نقل ہوئی ہی

نیا خال ہندوی ماموں جان   اور عمو کہیے چچا پکھان

نیا کے معتبر معنی نانا یا دادا ہیں۔ چناں چہ لغت فرس، فرہنگ جہاں گیری، فرہنگ رشیدی، چراغ ہدایت اور آنند راج میں یہی معنی دیے ہیں اور فردوسی بالعموم انھی معنوں میں لاتا ہے۔

دروگر زمانست وما چوں گیا   ہمانش نبیرہ ہمانش نیا

مصنف خالق باری نہایت مشہور و مستند معنی ترک کر کے مشتبہ یا غلط معنی "ماموں" بیان کرتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو اوپر عرض ہو چکی ہے یعنی اس کے ماخذ موید الفضلا میں اس لغت کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"نیا، جدو برادر مادر و برادر بزرگ"

یاد رہے کہ آخری دونوں معنوں کے واسطے ہمارے پاس کوئی معتبر سند موجود نہیں۔

شب چراغ یاقوت رتن ہیرا ہے الماس   اور زمرد پنا کہیے کسوت جان لباس

شب چراغ کو یاقوت اور رتن کا مرادف ماننا درست نہیں کیوں کہ وہ گاؤ دریائی کا گوہر ہے اس لیے دریائی ہوا نہ کانی اور یاقوت جواہر کانی سے ہے۔ جسے لوگ لاعلمی میں لعل بھی کہ دیتے ہیں۔ شب چراغ کو امیر خسرو نے کبھی ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کبھی یاقوت شمسہ کے ساتھ اور کبھی لعل آتشیں کے ساتھ۔ مثالیں :-

"(۱) آں کہ گویند گوہر شب چراغ کہ چوں نور شب قدر ناپیدا است۔ ہمچوں آفتاب روشن شد کہ ہماں یاقوت شمسہ است پوشیدہ نیست کہ چراغے از چراغے فروزند با آں کہ گوہر شب چراغ از چراغ خورشید افروختہ اما اگر بہ نزدیک خورشید برند دور نہ باشد کہ آتش در چراغ خورشید

گیرد۔" (اعجاز خسروی رسالہ ثانیہ ص۱۴۴ نول کشور)

(۲) "لعل آتشیں ازاں بابت کہ از تاب او آتش در گوہر شب چراغ گیرد۔"
(خزائن الفتوح ص۱۱۶)

(۳) "چوں ہندوی شب خزائن گوہر شب چراغ بیروں ریخت"
(ص۱۱۳ خزائن المفتوح، طبع علی گڑھ)

نظامی کے ہاں ذیل کی مثالوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

بہ گوہر فروزندہ شب تیرہ فام　　مگر شب چراغش از آنست نام
(سکندر نامہ ص۱۱۹، مصطفائی سنہ ۱۲..ھ)

بیا ساقی آن شب چراغ مغان　　بر آور بمن بر میاور فغان
(سکندر نامہ ص۱۳۹ مصطفائی سنہ ۱۲..ھ)

زبس شب چراغ آنگراں مایہ گاہ　　بشب چوں چراغ ست رخشندہ ماہ
(سکندر نامہ ص۱۵۴ مصطفائی سنہ ۱۲..ھ)

فروزندہ صحن آن تازہ باغ　　زبس شب چراغ بشب چوں چراغ
(اقبال نامہ)

چو لعل شب افروز آمد بچنگ　　زہر منجنیقے کشادند سنگ
کہ ما رادہ ایں گوہر شب چراغ　　وگرنہ گرانی بروں بر ز باغ
(اقبال نامہ)

اگرچہ خسرو نے شب چراغ کو کبھی یاقوت کے ساتھ مثال دی کبھی لعل کے ساتھ اور کبھی ستارگاں شب کے ساتھ۔ تاہم کہا جاسکتا ہے کہ وہ لعل و یاقوت سے مختلف ہے۔ لیکن مصنف خالق باری شب چراغ اور یاقوت کو

اس لیے ایک مانتے ہیں کہ ان کے ماخذ شرف نامۂ ابراہیم فاروقی ہیں (بحوالہ عجائب البلدان) اور مؤید الفضلا میں لعل کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے:

"لعل گوہرے ست قیمتی و رخشاں بدین عارو و نیفتد مگر بہ سراندیب وآں را گاو می آرد از دریا (ظلمات در شرف نامہ) در دہن نے گیرد و در صحرا می نہد و بروشنائی آن گیاہ و علف می خورد۔ مردم درکمین باشند گل تر برسرش زنند۔ گاو بانگ و زاری کناں باز بدریا شود مردم آں را بردارند۔"

یہ درحقیقت شب چراغ کا بیان ہے۔ نہ لعل و یاقوت کا۔ شب چراغ کو عہد مغلیہ کے اہل لغات کسی گاو دریائی کا گوہر بتاتے ہیں جس کی روشنی میں وہ رات کو چرتی ہے۔ فرہنگ آنند راج و غیاث اللغات میں یہی تشریح ملتی ہے۔

شب چراغ پر لعل و یاقوت کا اطلاق عہد قبل مغل کے شارحین و فرہنگ نگاروں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے جس کا پرتو ہم خالق باری میں دیکھتے ہیں۔

اس مختصر تبصرہ سے یہ امر روشنی میں آتا ہے کہ بعض اغلاط مغلیہ عہد سے قبل کی فرہنگوں مثلاً مؤید الفضلا اور خالق باری میں مشترک ہیں۔ اس لیے ہم اس قیاس میں حق بجانب ہیں کہ خالق باری مؤید الفضلا کی تالیف کے بعد وجود میں آئی ہے۔

خالق باری کا شعر ذیل بھی مؤید الفضلا کے بیان پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

ہندوی پیپل بود فلفل دراز　　　مرچ فلفل گرد را گویند باز

شعر ہذا میں فلفل کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی فلفل دراز جسے ہندی میں پیپل کہتے ہیں۔ دوسری فلفل گرد جسے ہندی میں مرچ بولتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ قدیم فرہنگوں میں فلفل یا پلپل کا لفظ مل جاتا ہے لیکن ان فرہنگوں

نیں اس کی تقسیم باعتبار درازی و گولائی نہیں دی گئی مثلاً قنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے :-

"پلپل بکسر دوم متجانس، معروف"

شرف نامۂ احمد منیری میں (تالیف ۸۷۷ھ) یہ تشریح نظر آتی ہے -

"فلفل بضم یکم وسویم، پلپل وبکسر ہماں پلپل"

لیکن موئید الفضلا تالیف ۹۲۵ھ میں یہ عبارت دی گئی ہے :-

"وآن دوائیست یکے پلپل گرد کہ آں را بہندوی مرچ نامند و دوم پلپل دراز وآنرا بہندوی پیپل گویند وآں ہر دو برائے تداوی بکار آید"۔

اب خالق باری میں بھی یہی تقسیم بعینہ انھی الفاظ میں دی گئی ہے جس سے اس احتمال کی کافی گنجایش نکل آتی ہے کہ خالق باری کا ماخذ موئید الفضلا ہے۔ ذیل کا شعر بھی اسی احتمال کا موید ہے

چراغ است دیا فتیل است باتی   بود جد دادا نبیرہ است نانی

نبیرہ فرزندزادہ ہے یعنی پوتا اور نواسا - بلکہ زیادہ مشہور معنی پوتا ہیں چناں چہ مولانا نذیر احمد نے اپنی ترمیم کردہ نصاب خسرو میں آخری مصرع یوں لکھا ہے - ع

بود جد دادا نبیرہ است پوتا

ویسے بھی جد کے ساتھ لائے جانے سے قدرتاً پوتا مراد ہو سکتی ہے۔ لیکن نانی نواسا ہے جس سے ظاہر ہے کہ مصنف خالق باری نواسے کے معنوں میں لایا ہے - بہر حال وہ موئید الفضلا کے اثر میں کام کر رہا ہے جہاں نبیسہ کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے:-

"نبیسہ پسر دختر اما در ہند نبیسہ پسر پسر را گویند و نبیرہ پسر دختر را"

اور نبیرہ کے ذیل میں یہ عبارت تحریر ہے:-

"ایں جا (ہندستان) نبیرہ از جانب دختر و نبیسہ از طرف پسر گویند"

(موئید الفضلا)

شب چرا رخش و تگاور ختنگ توسن ہے ترنگ

ببر ضیغم شیر ناہر یوز چیتا ہے پلنگ

اس شعر میں مصنف خالق باری شب چرا، تگاور، ختنگ اور توسن کو ایک دوسرے کا مرادف مان کر مطلق اسپ کے معنوں میں لایا ہے اور وہ فرق جو باعتبار وصف یعنی ان الفاظ میں مضمر ہے نمایاں نہیں کیا - مثلاً ختنگ اسپ سپید ہے - تگاور روندہ و رہوار ہے - رخش ابو ابرش یعنی جو سرخ و سپید ملا جلا ہو - یہ فرق بچوں کے ذہن نشین کرائے بغیر ہر لفظ کے معنی گھوڑا کہنا درست نہیں - شب چرا اور بھی زیادہ قابلِ غور ہے جو ضروری نہیں کہ اسپ ہو - اس کا اطلاق ہر ایسے حیوان پر ہو سکتا ہے جو چرندہ شب ہو یعنی رات کو چرتا ہو - مثلاً اس کا اطلاق اس گاؤ پر بھی ہو سکتا ہے جو شب چراغ کی مالک ہے اور رات کے وقت اس کی روشنی میں چرتی ہے جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں -

شب چرا ایسا لفظ ہے جس کا وجود مشتبہ ضرور ہے - مولانا نظامی کے ہاں سکندر نامے میں ایک شعر آتا ہے:-

بشب رنگی آں شب چرا گشت مست   چو مہ آمدہ شب چراغے بدست

(ص۱۰ سکندر نامہ)

شعر ہذا براق کے ذکر میں بیان معراج میں آتا ہے - اس کی تشریح دو طرح سے کی گئی ہے -

(۱) اگر شب چرا کو مبتدا اور مست کو خبر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ شب چرا یعنی براق رات کی گھپ سیاہی دیکھ کر بہت محظوظ ہوا جس کے سبب سے چاند سا شب چراغ (مراد ذاتِ رسول اللہ صلعم) اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

(۲) اگر پہلا مصرع سوال اور دوسرا مصرع جواب مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ رات اپنی تاریکی پر اس قدر کیوں نازاں تھی؟ جواب دیا ہے کہ چاند کا سا شب چراغ (ذاتِ رسول) اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اس صورت میں شب علاحدہ اور چرا استفہامیہ ہے اور شب چرا بحیثیت لفظ غائب ہو جاتا ہے۔ عہد مغلیہ کے لغت نگار شب چرا بمعنی چرندۂ شب لیتے ہیں نہ بمعنی اسپ جو خالق باری میں لیے گئے ہیں۔

خالق باری کی عالم گیر مقبولیت کچھ اس کے داخلی محاسن پر موقوف نہیں ہے۔ جس قدر اس عقیدے کی بنا پر کہ وہ حضرت امیر خسرو دہلوی کی یادگار ہے۔ اس کی تائید میں خاتمہ کا شعر نقل کیا جاتا ہے جو قدیم و جدید نسخوں میں بالکل مختلف ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں اس کی شکل یوں ہے ؎

مولوی صاحب سرن پناہ — گدا بھکاری خسرو شاہ

قدیم مخطوطوں میں جو بارھویں صدی ہجری کے ربع دوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح مرقوم ہے:۔

خالق باری بھئی تمام — دوں جگ رہا خسرو کا نام

انڈیا آفس کے ایک نسخے میں جو سنہ جلوس محمد شاہی یعنی ۱۱۳۴ھ کا نوشتہ ہے۔ ذیل کی صورت میں ملتا ہے:۔

خالق باری بھئی تمام — چل خسرو گھر آپنے (بھئی) شام

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہی شعر جو امیر کے نام کی مہر کا حامل ہے۔ قدیم وجدید نسخوں میں اس قدر اختلاف کے ساتھ ملتا ہے

خالق باری کا اثر بعد کے نصابوں پر

نصاب الصبیان کی طرح خالق باری کا اثر بعد کے نصابی لٹریچر پر بیحد ہے۔ نہ صرف اُردو نصاب اس کے شرمندۂ احسان ہیں بلکہ پنجابی، پشتو، گوجری، دکنی، برج و تلنگی زبانوں پر بھی اس کا اثر کارفرما ہے۔ گزشتہ دو صدیوں میں یہ کتاب ہندستان کے اکثر صوبوں میں داخل درس رہی ہے۔ ہندستان، پنجاب، گجرات، دکن کے سرکاری وغیر سرکاری درس گاہوں میں شامل نصاب رہی ہے اور اس قدر مقبول رہی ہے کہ پنجاب ودکن نے اس پر مقامی رنگ چڑھا دیا ہے۔ اہل قلم نے اس کی تقلید میں نصاب طیار کیے ہیں۔ بعض نے اس کے قبول عام سے مرعوب ہوکر اور اس کے مقابلے میں اپنے نصابوں کو سرسبز نہ ہوتا دیکھ کر خود خالق باری کی ترمیم و اصلاح شروع کردی ہے۔ مثلاً (۱) ترمیم شدہ خالق باری از منشی محمد بلاقی (۲) از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری۔ (۳) نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولانا نذیر احمد مرحوم۔ بعض نے اس کی ترتیب عروضی اوزان کے اعتبار سے کی ہے ملاحظہ ہو مطبوعہ صبیان از جعفی۔ بعض نے اپنی تصنیف کے واسطے یہی نام اختیار کیا ہے مثلاً خالق باری از اکرم۔ خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی۔ صرف اُردو کے میدان میں ذیل کی کتابوں کے نام بہ تقلید خالق باری رکھے گئے ہیں۔

(۱) صمد باری از عبدالواسع ہانسوی (۲) اللہ باری از احسن تالیف ۱۲۰۷ھ

(۳) رازق باری از والہ (۴) ایزد باری (۵) قادر باری از فیاض عسکری سنہ ۱۲۱۰ھ (۶) حمد باری از عبدالسمیع رام پوری (۷) فیض جاری از میر شمس الدین محمد

پنجابی زبان میں یہ نام خالق باری کے تتبع پر رکھے گئے ہیں :-

(۱) واحد باری تالیف سمہ ۱۶۷۹ یا سمہ ۱۶۸۳ (۲) رازق باری از اسماعیل سنہ ۱۱۰۵ھ (۳) ایزد باری از کھرل پسر سائینداس ستنامی سنہ ۱۱۰۵ھ (۴) صنعت باری از گنیش داس بڈہیرہ قانون گوے سنہ ۱۲۲۰ھ (۵) واسع باری از یک دل سنہ ۱۲۳۱ھ (۶) اللہ باری (۷) ناصر باری (۸) اعظم باری (۹) صادق باری -

یہ کہنا مبالغے میں داخل نہیں کہ اُردو کی نشر و اشاعت میں اس تالیف نے ایک نہایت قابلِ قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر دوسری زبانوں میں موجود نہیں - ہندستان میں مطابع کے قیام نے اس کی عالم گیر مقبولیت کو بیحد ترقی دی ہے اور کمپنی کے زمانے سے اب تک سیکڑوں مرتبہ شائع ہو چکی ہے - چناں چہ مشتے نمونہ از خروارے میرے کتب خانے میں جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے خزانے میں محفوظ ہے - خالق باری کے ذیل کے قلمی اور مطبوعہ نسخے موجود ہیں -

قلمی نسخے

۳۵[1] - خالق باری - خاتمہ : تمت تمام (شد) نصاب ہندوی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بلیست و پنجم جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۵ھ "

۱۱۷ - خالق باری بہ دستخط غلام محبوب الٰہی سنہ ۱۲۰۳ھ

۹۸۴ - خالق باری بہ خط شیو دیال کپاہی متوطن آستانہ متبرکہ پاک پٹن سمہ ۱۸۸۷ بکرمی

۹۸۷ خالق باری بپاس خاطر ثمرۂ شجرۂ آمال و امانی . . . . . .

---

[1] یہ اور آنے والے نمبر میری کتابوں کی فہرست سے تعلق رکھتے ہیں -

۹۸۸۔ خالق باری ناقص الاوّل

۱۰۰۱۔ خالق باری از غلام علی شاہ امروہی

۱۰۰۳۔ خالق باری نوشتۂ حافظ احسن اللہ لاہوری مصنف مفتاح الافواہ ۱۹۰ھ و ذوق الصبیان تالیف ۱۲۰۰ھ

۱۰۱۱۔ خالق باری نوشتہ ۱۲۳۰ھ بہ خط قدرت اللہ

۱۱۰۱۔ خالق باری بہ خط غلام محی الدین۔ کتابت قرن دوازدہم ہجری۔ بر کاغذ نیلگوں مثل ابری۔

۱۱۰۸۔ خالق باری بہ خط فارسی و ہندی و گورمکھی۔ بر کاغذ کشمیری تقطیع کلاں بطرز بہی

۱۱۱۳۔ (۳) خالق باری نوشتۂ قرن سیزدہم

۱۱۱۵۔ خالق باری ناتمام

۱۲۲۲۔ خالق باری ناقص الآخر قرن سیزدہم

۱۲۲۴۔ (۳) خالق باری نوشتہ ۱۲۱۲ھ

۲۲۳۲۔ خالق باری ناقص الآخر بہ خط عبد الرحمٰن خاں بن محمد روشن خاں جو غالباً ۱۲۵۳-۵۴ھ کے درمیان نقل ہوئی۔ کاتب مشہور مطبع نظامی کانپور کے مالک تھے۔

۲۳۷۷ (۴) خالق باری بپاس خاطر محمد بخش (غالباً ۱۲۶۷ھ کی نوشتہ ہی)

مطبوعہ نسخے

۱۳۲۴۔ خالق باری مطبع مصطفائی محمد مصطفےٰ خاں۔ ہفتم شہر صفر المظفر ۱۲۵۷ھ بیت السلطنت لکھنؤ زیر اکبری دروازہ بہ محلہ محمود نگر

۱۳۲۷۔ خالق باری بتاریخ چہارم شہر جمادی الاوّل ۱۲۶۵ھ در مطبع مصطفائی۔

باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم در بیت السلطنت لکھنؤ زیر اکبری دروازہ بہ محلہ محمود نگر

۱۳۴۸ء خالق باری بہ خط نیاز نمط میر محمد بخش واقع دار الخلافہ شاہ جہاں آباد۔ مقام چھتہ موم گراں در مطبع میرزائی باہتمام حافظ بیر خاں بست چہارم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۶ھ

۱۳۴۵ء خالق باری۔ مطبع مصطفائی باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم در کنب کان پور محلہ ٹپکاپور دہم ماہ صفر سنہ ۱۲۶۹ھ

۱۳۴۶ء خالق باری۔ مطبع مصطفائی۔ باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم بتاریخ نہم شہر شوال سنہ ۱۲۶۹ ہجری در شہر کانپور بہ محلہ ٹپکاپور

۱۳۴۹ء خالق باری بفرمائش مسٹر جان انگلس بہ مقام سیالکوٹ در مطبع چشمہ فیض باہتمام لالہ دیوان چند ماہ ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء

۱۳۵۰ء خالق باری سنہ ۱۲۷۲ھ در مطبع عزیزی

۱۳۵۱ء خالق باری سنہ ۱۲۷۳ھ ہجری نبوی در مطبع عزیزی باہتمام خواجہ عبد اللطیف

۱۳۵۲ء۔ خالق باری در مطبع نظامی واقع کان پور باہتمام محمد عبد الرحمن ولد حاجی محمد روشن خاں بتاریخ نہم شہر شعبان سنہ ۱۲۷۵ھ در شہر کان پور محلہ ٹپکاپور

۱۳۵۳ء خالق باری۔ مطبع نظامی واقع کان پور باہتمام محمد عبد الرحمن در ماہ رمضان سنہ ۱۲۷۷ھ

۱۳۶۹ء۔ خالق باری سنہ ۱۲۸۶ھ مطبع نظامی واقع کان پور

۱۳۵۴ء۔ خالق باری سنہ ۱۲۸۸ھ۔ مطبع اسدی لکھنؤ حسب فرمائش محمد عبد الستار خاں

۱۳۵۵ء خالق باری حسب الحکم کپتان ہالرائڈ بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ممالک پنجاب سنہ ۱۸۷۰ء

۱۳۵۶ء خالق باری باہتمام منشی ماکی مل در مطبع دامن گیر واقع لاہور سنہ ۱۸۷۴ء

۱۳۵۷ء۔ خالق باری مطبع عزیزی واقع کان پور باہتمام محمد عبد العزیز مالک مطبع و فرمائش سید اشرف علی (قبل ۱۸۹۸ء)

۱۳۵۸ء۔ خالق باری مدارس احاطۂ پنجاب کے لیے۔ مطبع لارنس پریس لاہور میں باہتمام غلام محمد پرنٹر

۱۳۵۹ء خالق باری مدارس احاطہ پنجاب کے لیے حسب فرمائش میاں حفیظ اللہ تاجر کتب ساکن لاہور مطبع گنیش پرکاش میں باہتمام گوبند سہائے۔

۱۳۵۷ء خالق باری ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء در مطبع نامی لکھنؤ ساتویں مرتبہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء

ء۔ خالق باری در مجموعۂ فارسی مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۲ھ ایضاً مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۸ھ ایضاً مطبع کریمی ۱۳۲۰ھ

۱۳۶۰ء خالق باری مطبع مفید عام لاہور۔ پیلا کاغذ۔ تاریخ ندارد۔

۱۳۶۱ء خالق باری مطبع مفید عام لاہور بے تاریخ۔

۱۳۶۰ء(۲) خالق باری ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء مطبع مفید عام لاہور

۱۳۶۲ء خالق باری ۱۳۲۶ھ مطبع کریمی واقع بمبئی۔

۱۳۶۳ء خالق باری اگست ۱۳۲۸ھ الیکٹرک ابوالعلائی پریس، چوراہہ نائی منڈی آگرہ۔

۱۳۶۴ء۔ خالق باری ۱۳۳۷ھ حسب فرمائش شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب لاہور باہتمام ملک چراغ دین مالک کیکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور۔

۱۳۶۶ء۔ خالق باری مطبع ابوالعلائی آگرہ ۱۳۳۹ھ

۱۳۶۷ء خالق باری الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ ۱۹۳۱ء

۱۳۷ء خالق باری مطبع مجتبائی لکھنؤ حسب فرمائش منیجر صاحب مجتبائی پریس حافظ محمد عبد العزیز ابن حاجی محمد عبد اللہ صدیقی۔

۱۳۷۳ء خالق باری باہتمام محمد ولی اللہ تاجر کتب مراد آباد بازار منڈوی و مالک

مطبع گل زار احمدی مراد آباد

۱۳۷۳ء خالق باری۔ تاریخ و نام مطبع ندارد (غالباً طبع بمبئی)

۱۳۷۴ء۔ خالق باری حسب فرمایش سعیدی کمپنی کان پور محلہ پٹکا پور باہتمام غنی احمد ابن حاجی عبدالصمد مرحوم مطبع رزاقی کان پور۔

۱۳۷۵ء۔ خالق باری مطبع جوالا پرکاش واقع میرٹھ (کتبہ مشتاق احمد تلمیذ تمر لکھنوی)۔

۱۳۷۶ء۔ خالق باری جلی قلم۔ نگارش قلم منشی نتھو صاحب شیریں قلم لاہوری۔ مطبع مفید عام واقع لاہور ۱۹۱۰ء تقطیع کلاں

۱۳۷۷ء خالق باری۔ جلی قلم۔ نگارش منشی محمد شمس الدین اعجاز رقم لکھنوی۔ مطبع منشی نول کشور واقع حضرت گنج، بار شانزدہم ۱۹۱۱ء

۱۳۷۸ء۔ خالق باری۔ بال کشن مشین پریس ۱۹۲۷ء

۱۳۸۱ء۔ ترمیم شدہ خالق باری مع شرح (اور افیونوں کی کریا از بیان و یزدانی) تصنیف منشی بلاقی مدرس مدرسہ ملیرہ رام پور ضلع مظفر نگر۔ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ۔

۱۳۶۶ء۔ خالق باری در مطبع قیومی واقع کان پور۔ ترمیم شدہ از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری ۱۳۱۳ھ

۱۳۶۵ء۔ خالق باری باہتمام محمد عبدالصمد نبیرہ حاجی محمد مصطفےٰ خاں مطبع رزاقی کان پور ۱۳۱۴ھ ترمیم شدہ مطابق روزمرہ حال از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری۔

۱۳۸۲ء نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولوی نذیر احمد ایل ایل۔ ڈی مطبع انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹

دیباچۂ دوم

مَیں گزشتہ سطور سے جو خالق باری کے ایک نئے ایڈیشن کے واسطے
بہ طور دیباچہ تحریر ہوئی تھیں فارغ ہوا ہی تھا کہ محترمی ڈاکٹر مولانا عبدالحق
معتمد انجمن ترقیٔ اُردو نے انجمن کے کتاب خانے سے خالق باری کا ایک مخطوطہ
جو ۱۱۸۰ھ کا نوشتۂ سورت تھا، مجھے دکھایا۔ اس نسخے کی ابتدا میں ایک مختصر
دیباچہ بھی تھا جس نے میری تمام توجہ اپنی طرف منعطف کرلی۔ یوں تو خالق
باری کے ساتھ میں کئی دیباچے دیکھ چکا ہوں جو ان کے نامعلوم مرتّبین نے
اپنے اپنے ایڈیشنوں کے واسطے لکھے ہیں۔ لیکن یہ دیباچہ خصوصیت کے
ساتھ کئی وجوہ سے جاذبِ توجّہ تھا۔ اس دیباچے میں جیساکہ محتاط مصنفین
کا دستور ہی مصنف نے اپنا نام اور کتاب کا نام تاریخ تصنیف اور مقصد
تالیف بیان کیا ہی بلکہ جس ہندی زبان میں وہ لکھ رہا ہی اس کا اور محرک
تالیف کا نام بھی دے دیا ہی۔ الغرض تمام ضروری اطلاع جو خالق باری
کے سلسلے میں قیمتی معلوم ہوتی ہی اس چندسطری دیباچے میں درج ہی
مَیں یہاں وہ دیباچہ نقل کرتا ہوں۔

"سپاس بے قیاس باصناف لغات [۱] علمی رامسزد کہ بہ تعلّم "وَعَلَّمَ
آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا" اولاد اورا بانواع الفاظ مختلفہ گویا گردانید و درود
نامحدود باکمال خضوع براں موصوف وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی وبراولاد و
احباب اوکہ ہریک فصیح اللسان وبلیغ البیان اند باد [۲] [اما] بعد خیرخواہ شعرائے

شیریں گو ضیاء الدین خسرو باستدعائے عزیز الفواد بابا اسحٰق قناد چند الفاظ
عربی و پارسی را بزبان ہندی گوالیاری کہ ارباب روزمرہ را ناگزیر است
ترجمہ نمودہ و در بحور مختلفہ بطریق ریختہ بہ نظم آوردہ تا مبتدیان را در محاورت
فارسی فی الجملہ مہارتے باشد و در حفظ و یاد گرفتن آسان نماید۔ لہذا بحفظ اللسان
موسوم و در سال "نصیف آخر" تاریخ بدیہہ مرقوم گردید۔ مطبوع باد۔"

اس دیباچے سے کئی امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی یہ کہ کتاب بچوں کو فارسی
زبان سکھانے کے مقصد سے لکھی ہے۔ اس کا نام 'حفظ اللسان'[1] ہے - اس
نام میں اشارہ ہے کہ کتاب طلبہ کو حفظ یاد کرائی جائے۔ روز مرہ کے استعمال
کے عام الفاظ اس میں جمع ہیں۔ بحریں مختلف رکھی ہیں۔ بابا اسحٰق حلوائی
کی فرمائش پر یہ تالیف وجود میں آئی۔ مصنف کا نام خسرو اور لقب ضیاء الدین
ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مشہور یمین الدین امیر خسرو نہیں ہے بلکہ کوئی اور
جس کو طوطی ہند کے ساتھ نام میں اشتراک کے سوا کوئی اور وجہ مماثلت
نہیں۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ ہے جو مادہ تاریخ 'نصیف آخر' سے برآمد
ہوتا ہے۔ حضرت امیر خسرو ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں اور یہ خسرو ۱۰۳۱ھ
میں بعہد جہانگیر اپنی تالیف تیار کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے بزرگوں نے
بربنائے مشارکت اسمی اس خسرو کو زیادہ مشہور امیر خسرو تصور کر کے
خالق باری کو غیر مستحقانہ قدامت دے دی ہے۔

اس کی زبان گوالیاری ہے جو قدما کے بیان کے مطابق افصح السنۂ ہند
ہے۔ آج ہم زبان کی حیثیت سے گوالیاری کا نام بالکل بھول چکے ہیں۔ محمد شاہ

[1] یہ نام خاتمے کے شعر ہذا میں وارد ہوتا ہے :۔

عاقبت انجام و آخر چیہہ دیورا انصرام   کرد ایں حفظ اللسان را خسرو آخر والسلام

کے عہد سے اس کا استعمال متروک ہو چلا ہے۔ خان آرزو آخری بزرگ ہیں جن کی تصانیف میں یہ لفظ ملتا ہے۔

اکبر، جہاں گیر، شاہ جہاں اور عالم گیر کے عہد میں گوالیاری کا نام عام رواج میں آرہا ہے۔ اس زمانے میں وہ خصوصیت کے ساتھ ادب و شعر اور موسیقی کی زبان تھی۔ راجا مان کے وقت سے بڑے بڑے اہل کمال اس کی نشو و نما اور ارتقا میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ شاہ جہاں کے عہد میں ابن سید علی مرزا بیگ زمزمۂ وحدت میں جو موسیقی پر ایک موجز رسالہ ہے اس زبان کے واسطے لکھتے ہیں:۔

"قریب صد و پنجاہ سال باشد کہ مدار خواندن و ساختن تصانیف ہندی برخیال و دھرپت و بشن پت بزبان فصیح و بلیغ گوالیار است

در کام خلق و صف و بیان از لب تو ہست

شیریں و خوش لسان چو زبان گوالیار"

عالم گیر کے زمانے میں ولی گلزار حال گوالیاری سے فارسی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اپنے دیباچے میں کہتے ہیں:۔

"گلزار حال ترجمۂ فارسی پر بودھ چندر ناٹک کہ در زبان گوالیاری تالیف سوامی نند داس کہ اصلاً بزبان سہنسکرت کشن داس بھٹ تصنیف کردہ بود، بنوالی المتخلص بہ ولی بہ امداد بھوانی داس در فارسی ترجمہ کرد۔"

خان آرزو غرائب اللغات کے نئے مرتبہ میں کئی موقعوں پر گوالیاری کا ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'اگل' کی تشریح میں کہتے ہیں۔

"بزبان گوالیار کہ افصح زبان ہائے ہندی است بنیدہ گویند"

اور 'جبلی' کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

"امّا در ہندی متعارف گوالیار کہ افصح السنۂ ہندی است پچا نگرا گویند"۔

لیکن محمد شاہ کے زمانے سے جدید نام 'بھاکائے برج' استعمال میں آنے لگا۔ عنایت خاں راسخ بن نواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق اپنی ہندی تصنیف کارستان کی زبان کو" زبان بھاکائے برج زبان اسلام آباد متھرا" بیان کرتا ہے۔ چناں چہ آج بھی یہی نام با دنا تغیر یعنی برج بھاشا مقبول عام ہے۔

اس مطالعے سے اس قدر ظاہر ہے کہ دیباچے میں لفظ 'گوالیاری' کا استعمال دیباچے کے قدیم ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے کیوں کہ زبان کے مفہوم میں اس کا رواج محمد شاہ کے عہد سے متروک ہے۔

دیباچۂ ہذا میں "بہ طریق ریختہ" کا استعمال بھی عجیب ہے۔ یہاں ریختہ سے مقصد زبان ریختہ یا اشعار اُردو نہیں ہے جو مفہوم ولی اورنگ آبادی اور قدیم شعرائے دہلی کے ہاں پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد الفاظ و عبارت کی ایسی ترکیب ہے جس میں مختلف زبانوں کے الفاظ یا فقرے ملے جلے استعمال ہو رہے ہوں۔ یہ ریختہ موسیقی کے ریختہ کے بہت قریب ہے بلکہ اسی سے ماخوذ ہے۔ زمزمۂ وحدت میں ریختہ کی تشریح یوں دی ہے:-

"ریختہ در اصطلاح علمی (تصنیفی) را گویند کہ در اصول سبک تمام شدہ باشد مثل آو فرو غیرہ و گاہ باشد کہ خانہا و میان خانہا و بازگو و الفاظ عربی یا ترکی یا ہندی داخل عبارات فارسی کردہ باشند و ایں تصنیف بسیار خوش نما و دل ربا است"۔

خالق باری اسی قسم کی کھچڑی زبان میں ہے۔ ہندی فارسی و عربی الفاظ کے علاوہ کہیں تشریحی زبان فارسی ہے کہیں ہندی ہے۔

مخدوم بہاء الدین برناوی کے نزدیک ریختہ کی تعریف یہ ہے:-

"ہر فارسی کہ با مضمون وخیال ہندوی مطابق باشد والفاظ ہر دو زبان را دریک تال ویک راگ بر لبست نمودہ باشد وانضمام واتصال دادہ سرایند آں را ریختہ گویند وایں ریختہ را در ہر پردہ می بندند وذوق ولذتی افزوں می دہد" (چشتیہ بہشتیہ تالیف ۱۰۶۵ھ)

قصہ مختصر اس دیباچے سے وہ تمام عقدے جن سے خالق باری کے سلسلے میں ہم دوچار ہوتے ہیں بڑی حد تک حل ہو جاتے ہیں۔

ضیاء الدین خسرو اگرچہ شاعری کا دم بھرتا ہے لیکن وہ کسی خاص شہرت کا مالک نہیں۔ نہ اس کا ذکر کسی تذکرے میں آتا ہے۔ شمع انجمن میں ایک خسرو جون پوری ملتا ہے لیکن اس کا زمانہ معلوم نہیں۔ خالق باری کے مطالعے سے یہ بات قیاس میں آتی ہے کہ اس کا مصنف کوئی باکمال اور صاحب فضیلت شخص نہیں۔ اس کے مضامین کی بے ربطی اور اوزان و معانی کی خامیوں اور اسقام سے جو ہم اوپر دیکھ آئے ہیں یہی رائے قائم ہوتی ہے۔ بہ ظاہر حالات وہ ایک معلم معلوم ہوتا ہے جس کو مبتدیوں کی مشکلات کا تجربہ ہے۔ اس سے زیادہ فی الوقت اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

خالق باری میں کوئی ایسی داخلی شہادت موجود نہیں جس سے (دیباچہ سے قطع نظر) اس کے عہد کا پتا چل سکے۔ لیکن گزشتہ سطور میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ خالق باری مویدالفضلا سے جو بہ قول بلاخمین ۹۲۵ھ کی تالیف ہے، موخر ہے کیوں کہ موید کے بعض خصوصی بیانات کا پرتو اس میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف ہمیں عہدِ مغلیہ میں ماننی پڑے گی۔ اسی قسم کا ایک قرینہ ہمارے پاس یہ بھی ہے کہ خالق باری میں شعر ذیل آتا ہے ؎

دانگ فلوس جو آہے پیکا[1] جیتل دمڑا جان   دام و اچھہ کہیسہ کھیسہ جان سیکش تان

یہاں 'دام' اور 'دمڑا' جن کا رواج اکبری عہد میں شروع ہوتا ہی قابل غور ہیں۔ اکبر کے ہاں مالیہ کی وصولی چاندی کے ٹیڈی کے بجائے تانبے کے جدید الرائج سکے 'دام' کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ سلطنت کے تمام صوبوں کی آمدنی منصب داروں اور ملازموں کی تنخواہ، اجناس کا نرخ وغیرہ داموں میں مقرر تھے۔ دام کا وزن ایک تولہ آٹھ ماشے اور سات رتی یا پانچ ٹانک تھا۔ ایک روپیہ کے چالیس دام شمار ہوتے۔ ذیلی تقسیم میں آدھا، چوتھائی، پانچواں، آٹھواں، دسواں، بارھواں اور سولھواں حصہ شامل تھے۔ ان کے علاحدہ علاحدہ سکے ہوتے۔ آدھے کو نصفی، ادھیلہ یا نیم دام۔ چوتھائی کو دمڑا یا پاؤلہ اور آٹھویں حصے کو دمڑی کہتے۔ دام کا مضاعف تنگہ تھا۔ دمڑا الغرض دام کا چوتھا حصہ اور تنگہ کا اٹھواں حصہ ہی۔ راقم کے مجموعۂ مسکوکات میں اکبری دمڑا موجود ہی۔ اس کا وزن ۹۷،۱۰۰ جو یا گرین کے مابین ہی اس کے ایک رخ پر دملی اور دوسرے رخ پر ۳۳ الٰہی، درج ہی۔ دمڑے کا عکس کلکتہ میوزیم کی فہرست مسکوکات شاہان مغلیہ

---

[1] پیکا۔ شمس سراج عفیف نے تاریخ فیروزشاہی میں پیکہ لکھا ہی (فیروزشاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادھہ گویند و مہر دانگ جیتل کہ آن را پیکہ خوانند وضع کنند ص ۳۴۴) پیکہ بالفاظ دیگر پیسہ ہی جو فی زمانہ آنہ کا چوتھا حصہ مانا جاتا ہی۔ فیروزشاہ کے دور میں جیتل کا چوتھا حصہ پیکہ کہلایا۔ دانگ کا اطلاق (اور معنوں سے قطع نظر) چھٹے حصے پر بھی ہوتا ہی۔ شمس سراج کے ہاں 'دانگ جیتل' سے اور خالق باری میں دانگ فلوس سے وہی چوتھائی مراد ہی۔ اکبری عہد میں مسی سکہ فلوس کہلاتا تھا۔

از نیلسن رائٹ، طبع ۱۹۰۵ء میں دیا گیا ہے۔

بہرحال دام اور دمڑا اکبری دور سے قبل نامعلوم تھے۔ جب خالق باری میں یہ الفاظ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اکبر کے عہد کے بعد اس کی تالیف عمل میں آئی ہوگی۔ اس لیے دیباچے کا یہ بیان ۱۰۳۱ھ میں تالیف ہوئی۔ میرے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

عہدِ قبل مغل میں ذریعۂ تعلیم فارسی رہی ہے۔ اس کا ثبوت ان فرہنگوں سے ملتا ہے جن کے نام گزشتہ صفحات میں دیے جا چکے ہیں۔ ان فرہنگوں کی تشریحی زبان فارسی ہے۔ تاہم اجناس و ادویہ کے سلسلے میں ہندی مرادفات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ ان فرہنگوں کا عام دستور ہے کہ ہر ایسے لفظ کا جو لمبی تشریح کا محتاج ہے ہندی مرادف ضرور دے دیا ہے۔ اس طرح ہندی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اکبر کا زمانہ ہے۔ جب عربی کو نصاب تعلیم سے خارج کر کے تمام تر توجہ فارسی پر مبذول کی گئی ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس انقلاب سے ہندی کو بھی فائدہ پہنچا ہو اور خالق باری کی طرز کے نصاب تیار ہونے لگے ہوں۔ فی الحقیقت ہمیں ایک ایسے نصاب کا پتا ملتا ہے جو خاص اکبری عہد یعنی ۹۹۰ھ میں تیار ہوتا ہے۔ اس کا نام مقبول صبیان ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ[۱] برٹش میوزم میں موجود ہے۔ بد قسمتی سے یہ نسخہ اب تک

---

[۱] مقبول صبیان کے متعلق ذیل کی صراحت محترمی سید ہاشمی صاحب نائب معتمد انجمن ترقی اُردو نے فہرست برٹش میوزم سے نقل کر کے ارسال کی ہے۔

طبع نہیں ہوا ہی۔

اس مرتبہ کی تیاری میں جن قلمی نسخوں سے امداد لی گئی ہی اور مقابلہ کیا گیا ہی۔ ان کی فہرست مع صراحت ذیل میں عرض ہی:-

نسخۂ آ

انڈیا آفس کے کتاب خانے کا مخطوطہ ۲۵۲ فہرست ہندستانی مخطوطات از بلومہارٹ ۱۹۲۶ء اگرچہ بے تاریخ ہی لیکن متعدد نسخوں کے مقابلہ کے بعد میں نے اس کو بنیادی نسخہ قرار دیا ہی جو اکثر نسخوں سے رسم الخط کے اعتبار سے قدیم ہی اور بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل کا نوشتہ معلوم ہوتا ہی۔ اشعار کی تعداد دوسو پینتیس ہی۔ اور چار چار شعروں کی اٹھاون فصلوں میں منقسم ہی۔ تین شعر بعض فصلوں میں زیادہ ہیں ورنہ کل تعداد ابیات دوسو بتیس ہوتی۔ رائے ہندی اور دال ہندی کو رائے مہملہ اور دال مہملہ کی صورت

(بقیہ صفحہ ۵۸) اس کی بیس فصلیں ہیں۔ ابتدا ے

بسم اللہ خدا اے کا نانو　　　لامکاں ناہیں وہ ٹھانو

جیساکہ آخری سطر میں کہاگیا ہی۔ یہ رسالہ ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں ختم ہوتا ہی۔ آخری تین فصلیں کہا جاتا ہی کسی اور مصنف نے اضافہ کی ہیں۔ کتاب کا نام کاتب کے خاتمے سے معلوم ہوتا ہی جس میں تاریخ کتابت بھی ۲۹ رجب ۱۱۵۰ھ درج ہی۔

یہ رسالہ ایک مجموعۂ رسائل میں شامل ہی جو عظیم آباد میں ۱۱۵۳ھ و ۱۱۵۰ھ کے مابین تحریر ہوتا ہی۔ اس کی تقطیع ۶×۹½ انچ ہی۔ فی صفحہ تقریباً ۱۰ سطریں۔ اس حساب سے اندازاً ایک سو باسٹھ کے قریب اشعار کی تعداد ہوگی (فہرست ہندی و پنجابی و ہندستانی مخطوطات کتاب خانہ برٹش میوزم از جے۔ ایف بلومہارٹ ۱۸۹۹ء)

میں لکھا ہے تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں۔ نون غنہ کا زیادہ استعمال
ہے۔ چکناں۔ ہمناں۔ چاندیں۔ کہنیں (گہنی) تہوں (تہو) ناناں۔ باناں۔
نوں۔ کوں۔ پانیں (پانی) اوڑانیں۔ دماماں (دمامہ) رونکہ (روکھ)
پینٹھ (پیٹھ) پونچہ (پوچھ)

ہائے مخلوط کا استعمال قلت کے ساتھ ہوا ہے۔ یعنی بھوکہ (بھوکھ)
اوکہ۔ مورک (مورکھ) چودویں۔ پرناں (پڑھنا) تیڑی (ٹیڑھی)۔ داری
(ڈاڑھی) ماری (ماڑھی) براپا (بڑھاپا) چولا (چولھا)

بعض الفاظ میں محاورۂ حال کے برخلاف ایک حرف علت زیادہ
کر دیا گیا ہے۔ جیسے کیلی (کلّی) بیلی (بلّی) بیچھان (پہچان) بیچھو (بچھّو)
موکی (مکّی)، کوتا (کتّا)

اور خصوصیات میں دیہ (دے) جانیہ (جانیے) پہچانیہ (پہچانیے)
کا املا قابلِ ذکر ہے۔

لیکن میں نے اپنے قاریوں کی سہولت کے خیال سے نسخہ زیر طبع میں
بڑی حد تک زمانۂ حال کے املا کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔

اس نسخے کے ساتھ کسی نامعلوم مرتب کا ایک دیباچہ بھی ہے۔ جس میں
کتاب کا نام مطبوع الصبیاں رکھا گیا ہے۔ دیباچے کی ضروری عبارت ہے۔

"این چند کلمۂ عربی و فارسی ہر یک با ترجمۂ ہندی برائے تعلیم صبیان
بر طریق ریختہ منظومہ ساختہ آمد تا خاطر ایشاں رغبت نماید و یاد گیرند و
لغات ہر یک دریابند و نام این کتاب مطبوع الصبیان نہادہ شد
و بر پنجاہ و شش فصل مرتب گردانیدہ آمد"

نسخہ ہذا کے اُردو یا ہندی کلمے اور فقرے جو اس عہد کی زبان پر روشنی

ڈالتے ہیں یکجائی طور پر یہاں درج کر دئیے جاتے ہیں ۔

(۱) سرجن ہار (۲) ایک بڑا کرتار (۳) جان لبیٹھ (۴) بولے جو بیٹھ (۵) ارتھ تہوں کا مارگ جان (۶) کالا اُجلا (۷) پیلا نیلا (۸) تاناں باناں (۹) چور ہی جان (۱۰) ہی استری (۱۱) ہی مری (۱۲) توں دیکھ (۱۳) اسکوں لیکھ (۱۴) مولا جان (۱۵) آپیں اڑگیا (۱۶) سوی وتاگ (۱۷) کال رات جو گئی (۱۸) آج رات جو بہی (۱۹) ہی پانی (۲۰) دھول جو باؤ اوڑانی (۲۱) میں تجھ کہیا (۲۲) توں کت رہیا (۲۳) آورے بھائی (۲۴) بیس ری مائی (۲۵) کستوری کپور (۲۶) ہندوی آنند (۲۷) اکپڑ ٹاٹ ٹپڑ (۲۸) کڑائی وتوا (۲۹) پاتھر جانیے۔ (۳۰) ہندوی گھوڑا چلاؤ (۳۱) ہندوی ہی نس لور (۳۲) چینی جانیے (۳۳) ہی دھواں (۳۴) ہندوی کھانڈ اکہاوے، الون (۳۵) چیل ہی (۳۶) گھاس کاٹھی جانیے (۳۷) اینٹ، مائی (۳۸) موتی جانیے (۳۹) راتی کلی پہچانیے۔ (۴۰) ہی نراس (۴۱) مور کہیے (۴۲) ہی بُرا (۴۳) ہندوی نکٹ (۴۴) توں جان کاگ کٹ (۴۵) پرتھی سینسار جگ (۴۶) رات رین نس (۴۷) گڑ جان۔ (۴۸) ہی ہیا (۴۹) جوکہ نانو (۵۰) ہی کتا (۵۱) متھر جانی اینہہ (۵۲) ہندوی بول جو کہے سیانا (۵۳) جو ہی کہیے کھانا (۵۴) پرگٹ ویسے (۵۵) جاڑی تاپ (۵۶) سرکی پیڑا (۵۷) ہی دھاپ (۵۸) منج کپال (۵۹) کھوپڑ بتاؤں۔ (۶۰) ہی تانبا (۶۱) جو گہارا کہیے (۶۲) سمندر کہیے جس کی ناہیں تھاہ (۶۳) ہی دھان (۶۴) ہی بان (۶۵) ٹڈا اڑھی کہیے (۶۶) ورانتی جوکہ نانو۔ (۶۷) ہندوی لونکڑی (۶۸) میٹھا کھلے دیکھ (۶۹) کھٹا چاکھ دیکھ (۷۰) چرچر جیب جانے یہ بچار (۷۱) کاگل لیکھیے (۷۲) لیکھن لیکھیے (۷۳) موتی جانیے (۷۴) ہے کلی پہچانیے (۷۵) ہی بلد (۷۶) سو دوس ہندوی (۷۷) سو روس ہندوی

(۷۸) ہے ہیوسی (۷۹) جو کہیے کستی (۸۰) ع

کماں نیر وصابوں یہی نانورا کھو   اگر پارسی یا پراکرت بھاکھو

(۸۱) تمیں جیب آکھو (۸۲) روکھ بھاکھو (۸۳) جھوٹھ جانو (۸۴) بڑا جان مانو
(۸۵) گھر ہے (۸۶) ڈر ہے (۸۷) چاؤ کہیے (۸۸) پانو کہیے (۸۹) بار جانو
(۹۰) اونٹ بھاکو (۹۱) نہیں، من دھر پچھانو (۹۲) بہت کوں جو کہیے صحی جانیوں توں
(۹۳) آگ میں جیو کیڑا (۹۴) نالیر ہندوی (۹۵) رات اندھاری (۹۶) جانیو تم
جیوتا (۹۷) کیڑا چمکنا (۹۸) روٹی ہندوی (۹۹) چھپیہ ہے (۱۰۰) ہے کان
(۱۰۱) کھل ہے جان (۱۰۲) بدھ پچھان (۱۰۳) ہندوی آجان (۱۰۴) ہے روج
(۱۰۵) چاند بیٹا رات کا (۱۰۶) تین رین چاندنیں (۱۰۷) تیروں چودویں پندرویں
(۱۰۸) بھوکہ ہے (۱۰۹) اوکہ ہے (۱۰۹) ہندوی ٹھوڑی (۱۱۰) اہے کرج (۱۱۱)
ہندوی گھنیچ (۱۱۲) جیونا جان (۱۱۳) پیونا جان (۱۱۴) بندر کہیے (۱۱۵) سیال
بھی جان لیجیے (۱۱۶) ہے لکیر (۱۱۷) سوتا لاکیلی (۱۱۸) جو کہیے بیلی (۱۱۹) ہے لاج
(۱۲۰) لید گھوڑے کی آہے (۱۲۱) کہوں پارسی جے کو جا ہے (۱۲۲) بول جو کوہے
(۱۲۳) گوہ وموت یہ ہندوی ہووے (۱۲۴) سونٹھ آہے پونچھ لیجیں (۱۲۵)
سودکھی جان (۱۲۶) جوی کا بھائی (۱۲۷) جوی کاہے باپ جن جائی (۱۲۸) ہے ماہول
(۱۲۹) ہے جو چچا (۱۳۰) ہے بھانجا (۱۳۱) جاگتا ہے (۱۳۲) سوتا ہے (۱۳۳) کہہ
نگا ہوں (۱۳۴) ہا کہے گا توں (۱۳۵) کروں گا ہوں (۱۳۶) کرے گا توں (۱۳۷)
ہوں آؤں گا (۱۳۸) توں آوے گا (۱۳۹) جاؤں گا ہوں (۱۴۰) جاوے گا توں
(۱۴۱) بیٹھوں گا ہوں (۱۴۲) بیٹھے گا توں (۱۴۳) دھوں گا ہوں (۱۴۴)
دھوئے گا توں (۱۴۵) ہوں ماروں گا (۱۴۶) توں مارے گا (۱۴۷) ہوں دیکھوں گا
(۱۴۸) توں دیکھے گا (۱۴۹) دیؤں گا ہوں (۱۵۰) دیوے گا توں (۱۵۱) دوڑوں گا ہوں

(۱۵۲) دوڑے گا توں (۱۵۳) توں سرپجن میرا (۱۵۴) توں جیوڑا میرا (۱۵۵) توں میری آنکھ (۱۵۶) توں میری پانکھ (۱۵۷) جو کال گیا ہے گا (۱۵۸) جو کال آوے گا (۱۵۹) جو پرسوں کہیے (۱۶۰) جو پرسوں بہیے (۱۶۱) منس کہیے جوی کا (۱۶۲) ہی پوپٹا (۱۶۳) آکھ پریورا (۱۶۴) سو اس کا ہے (۱۶۵) سو تیرا ہی (۱۶۶) سو اس کا ہی (۱۶۷) سو میرا ہی (۱۶۸) سو کس کا تھا (۱۶۹) چھنیں لیا تھا (۱۷۰) پا چھا دیا (۱۷۱) سو آپیں لیا - (۱۷۱) ۵

دوستگانی وہ پیالہ دورا پنہیں کا جو دیہ نترا اپنے کاج بھریا نیہ دھرتوں جان لبہ

(۱۷۲) وہ بھرا بھیا (۱۷۳) آپیں اڑ گیا (۱۷۴) لیٹ اوپر ہی بچھا نا (۱۷۵) ہندی سنبھلا (۱۷۶) نرلی سو بست ہی کلا (۱۷۷) ہی دھوبی (۱۷۸) ٹھا نو پڑھنے کی کہے نیسال (۱۷۹) سارا آدھا (۱۸۰) آدھی رات دوپہر (۱۸۱) بھو کا پیاسا (۱۸۲) کبڑا آہے (۱۸۳) جنبھائی ہچکی (۱۸۴) جالا و مکڑی (۱۸۵) سوڑ چھیلی (۱۸۶) ہسنا جان، تھوک (۱۸۷) پسینا ہندوی (۱۸۸) آہے آنتھ: اناتھ (۱۸۹) ہی کھنیر (۱۹۰) دینا دیا (۱۹۱) میں گیا (۱۹۲) بول باج (۱۹۳) ہی بچار (۱۹۴) ہوں اچنبھا (۱۹۵) ہی جھونپڑا (۱۹۶) ہی اندھار (۱۹۷) پگ کا چوڑا (۱۹۸) آہے تھال (۱۹۹) جو آہے بیکا جبیل دمڑا جان (۲۰۰) آہے کچھوا چھائی (۲۰۱) سو تل پیچھان (۲۰۲) توں سن (۲۰۳) میں سنوریا (۲۰۴) جو بھرا کہیے (۲۰۵) او نبی پھونک کہیے (۲۰۶) سو آہے اناج (۲۰۷) کہے سو دھی چھری پیچھان (۲۰۸) ٹیڑھی چھری سو جان (۲۰۹) ہے گلی (۲۱۰) ہو سوار (۲۱۱) آہے گود (۲۱۲) لکھیا ہی (۲۱۳) ۵

خالق باری بہی تمام
دوہوں جگ رہیا خسرو نام

نسخہ ب

اس کا نمبر فہرست انڈیا آفس مذکورہ بالا میں ۲۵۲ ہے۔ اشعار کی تعداد (۱۳۶) ہے اور خاتمہ ہے:-

"تمام شد بتاریخ بیست و چہارم شہر ربیع الثانی سنہ ۴ محمد شاہی مطابق سنہ یک ہزار و یک صد و سی و چہار روز چہار شنبہ وقت نماز ظہر در بلدۂ فاخرۂ اکبر آباد -"

نسخہ ج

میرا ذاتی نسخہ ہے جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ کی ملک ہے۔ تاریخ کتابت ۱۱۳۵ھ ہے - میری فہرست میں اس کا نمبر ۳۵ ہے قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ دکن میں لکھا گیا ہوگا - رائے ہندی اور دال ہندی کے نیچے چار چار نقطے اور تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں - تعداد اشعار ایک سو پچپن ہے۔ بائیس شعر بعد میں کسی نے حاشیے پر اضافہ کیے ہیں - خاتمہ :-

"تمت تمام (شد) نصاب ہندوی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بیست و پنجم جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۵ھ" کتاب پر ایک مہر ہے جس میں ۱۱۳۹ھ اور یہ سجع درج ہے ع

از محمد مرتضی بوالفتح شد

نسخہ د

میرا ذاتی نسخہ ہے جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ میں ہے - ناقص الطرفین مگر صحت کے لحاظ سے معتبر ہے۔ بارھویں صدی ہجری کے وسط کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے -

نسخہ ہ

انجمن ترقیٔ اُردو کا مذکورۂ بالا نسخہ ۸۴۲/۸۰ تعداد اشعار ۲۲۳ فی صفحہ ۱۲ سطر۔ خاتمہ ”کاتبہ فقیر سید یٰسین ولد سید طاہر عرف خوب صاحب میاں بن میاں سید یٰسین مرحوم سورت بندر تاریخ بیست چہارم ماہ رجب المرجب ۱۱۷۸ھ (ھ)

نسخہ وٓ

محترمی سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری، بمبئی کا مملوکہ اور قابلِ اعتبار نسخہ ہے۔ تاے ہندی پر چار نقطے لگانے کا دستور ہے۔ ڑے اور ڈال بصورت مہملہ مرقوم ہیں مگر بعض وقت ڑے پر چار اور ڈال پر تین نقطے لگاتے ہیں۔ غنہ کا استعمال مثل آ بکثرت ہے مثلاً جائیں، پہچانیں توں۔ کوں۔ پاہناں (پہان) چنیاں۔ وماماں۔ ڈھانکناں۔ مانگناں۔ کہیں۔ بھریجیں یکھیں۔ پیکھیں وغیرہ۔ اشعار کی تعداد دو سو تیس ہے۔ منظوم خاتمے میں کتاب کا نام نصاب ظریفی بتایا گیا ہے۔ کاتب ایک پارسی ہے۔ منظوم خاتمہ کے اشعار ہیں :۔

”چو بگرفت ایں نسخہ طرز نوی — زتصنیف آں خسرو پہلوی
زاتمام عاشورہ یک ہفتہ شد — کہ ایں گوہرِ بے بہا سفتہ شد
امید است از فضل حق کریم — بخوانند و گردند طفلاں علیم
بتاریخ نیکو سر انجام یافت — نصاب ظریفی نکو نام یافت
زہفتصد فزوں سی و شش سال بود — کہ طبع از خرد وستیاری نمود
کہ صبیاں برآیند از دام جہل — شود فیض والفاظ اشکال حل“

اس خاتمہ پر اگر اعتبار کیا جائے تو ہمیں ماننا ہوگا کہ خالق باری ۷۳۶ھ میں تصنیف ہوئی۔ لیکن ان اشعار کی خامیوں پر نظر رکھتے ہوئے امیر خسرو کی

کی طرف ان کا انتساب ناممکن ہے۔ آں خسرو پہلوی کا قائل کوئی اور ہے نہ امیر خسرو۔ یہ خیال کہ خسرو پہلوی کوئی پارسی ہوگا جس نے ۷۲۶ھ میں یہ کتاب تصنیف کی پھر نا قابلِ قبول ہے۔ بھلا ایک پارسی کو ہندستان کے انتہائی گوشہ میں سمندر کے کنارے بیٹھ کر ایسا نصاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ دوسرے شعر میں نیکو کا دو بار استعمال غیر فصیح ہونے کے علاوہ زبان کی خامی کی طرف دلالت کرتا ہے۔ مصرع کہ طبع از خرد دستیاری نمود۔ بہ حالتِ موجودہ بے معنی ہے۔ نمود کی جگہ اگر یافت ہو تو مصرع معنی دے جائے گا۔ یا از کی جگہ واو عاطفہ آنا چاہیے۔ 'حق کریم' کی جگہ 'ربّ کریم' یقیناً بہتر ہے۔ 'گردند طفلاں علیم' اور 'الفاظ اشکال حل' بالکل کم زور اور بے محاورہ فارسی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ خالق باری کا کاتب ان اشعار کا مالک ہے۔ اس کو امیر خسرو کا صحیح زمانہ معلوم نہ تھا۔ اس لیے ۷۳۷ھ اس نے خالق باری کی تصنیف کا زمانہ مان لیا۔ حالاں کہ امیر خسرو اس تاریخ سے بارہ سال قبل یعنی ۷۲۵ھ میں انتقال فرما چکے ہیں۔

کاتب کا خاتمہ ہے:-

"تمت تمام شد کتاب نصاب ظریفی مشہور بکتاب خالق باری بتاریخ ہشتم شہر ربیع الثانی۔ کاتب الحروف من بندۂ حقیر نوروز بن موبدان شاپورجی معروف شایستگاں۔" باقی چار سطروں پر سیاہی پھیر دی گئی ہے جس میں سے صرف خط کشیدہ عبارت پڑھی جاتی ہے۔

معروف بہ دیوانی نواب مستطاب عالی جناب شجاعت شعار۔ سایۂ لطف ربانی پرتوے رحم یزدانی . . . .

کتاب غالباً سورت یا کھمبات وغیرہ علاقوں میں نقل ہوئی ہے۔ یہ امر دل چسپی کا موجب ہے کہ کاتب ایک پارسی ہے۔

خالق باری

فصل اوّل

(۱) خالق باری سرجن ہار ۔۔۔ واحد ایک بڑا کرتار

(۲) اسم اللہ خدا کا نانو ۔۔۔ گرما دھوپ سایہ چھاں(نو)

(۳) رسول پیغمبر جان بسیٹھ ۔۔۔ یار و دوست بولے جو ایٹھ

(۴) راہ طریق سبیل پچھان ۔۔۔ ار (تھ) تہوں کا مارگ جان

فصل دوم

(۵) سسیر مہ نیر خورشید ۔۔۔ کالا اجلا سیاہ سپید

(۶) نیلا پیلا زرد کبود ۔۔۔ تاناں باناں تار و پود

---

(۱) بدار ب، بدا۔ د، برا۔ ہ، برا ج، و۔

(۲) سایہ ہی ب۔ نائون۔ چھانوں ج۔ ناو۔ سایہ ہی چھانو د۔ ناؤں۔ چھاؤں ہ، نانیں۔ چھانوں و،

(۳) یار دوست بولی جے ایٹھ۔ ب۔ یار دوست بولی جو ایٹھ ج۔ جو بولی ایٹھ۔ د

بولیجے اینہٹھ ہ۔ بولیجے میٹھ و۔

(۴) طریق و۔ پچھان۔ ارتھ، تہونکا ب و د۔ ارت۔ تھوکا ج۔ ارتھ تہونکا و۔ تہو کا ہ،

(۵) ششدھر۔ دنکر۔ اوجلا۔ سیاہ و ب۔ مہ ذنیر ج۔ د؛ سسیر و نیر۔ ہ، و۔

(۶) زرد و تانا بانا تنست۔ ب و ج و و۔ نیلا پیلا۔ تنا پود۔ د۔ نیلا پیلا ہ و؛

(۷) قوّت نیرو زور بل ان ۔ سارق وزد چور ہی جان

(۸) مرد نس زن ہی استری ۔ قحط دو کال وبا ہی مری

فصل سیوم

(۹) اقرار بخواں بہ بیں توں دیکھ ۔ بنویس ایں را اسکوں لیکھ

(۱۰) صعوہ سریچہ ممولا جان ۔ کوّا زاغ کلاغ پہچان

(۱۱) خود پریدہ رفت آپیں اڑ گیا ۔ سیس سر تن ہندوی آمد کیا

(۱۲) موش چوہا گربہ بیلی مار ناگ ۔ سوزن ورشتہ بہندی سوی وتاگ

فصل چہارم

(۱۳) دوش کال رات جو گئی ۔ امشب آج رات جو بہی

(۱۴) آتش آگ آب ہی پانیں ۔ خاک دھول جو باؤ اوڑانیں

---

(۷) جؔ، دؔ، ہؔ، وؔ متفق

(۸) قحط کال دؔ، دکال ہؔ، وؔ، دوکال اؔ، ج

(۹) تمام نسخے متفق

(۱۰) صعو صریچ - زاغ و، بؔ صعو سریچ - دؔ

(۱۱) اپیں وؔ

(۱۲) ناگہ - بہندوی سوی تاگ بؔ - دؔ - سوئی ہؔ

(۱۳) کالہ بہی بؔ - جو بہئی دؔ، بھئی ہؔ، وؔ

(۱۴) پانی - ادرانی بؔ، ہؔ، وؔ پانی - اُڑانی جؔ - پانی - خاک دھور جو باد اودانی - دؔ، ہؔ - وؔ ندارد

(۱۵) ترا بگفتم تیں تجھ کہیا — کجا بماندي توں کت رہیا
(۱۶) بیا برادر آورے بھائی — بنشیں مادر بیس ری مائی

فصل پنجم

(۱۷) مشک وکافور ست کستوری کپور — ہندوی آنند شادی وسرور
(۱۸) اسپ گھوڑا فیل ہاتھی شیر سیہ — گوشت ہیڑا چرم چمڑا تشحم پیہ
(۱۹) شیر وجغرات آمدہ دود دہی — روغن آمد گھیو دوغ آمد مہی
(۲۰) زر بود ستا وسیم ونقرہ روپ — جامہ کپڑ تاثت تنپڑ دب کوپ

فصل ششم

(۲۱) دیگ ہانڈی کفچہ ڈوئی بے خطا — تابہ کزغان وکڑائی و توا
(۲۲) سنگ پاتھر جانیہ برکن اٹھاو — اسپ میراں ہندوی گھوڑا چلاؤ

---

(۱۵) توجہہ۔ تو۔ ب۔ تجہ ج، ہ، د۔ تجہہ و۔

(۱۶) بیتہہ ری مائی۔ ب، ج، د، ہ

(۱۷) مشک کافور۔ شادی ہی ج۔ مشک کافور د، ہ۔ و مثل ل

(۱۸) شینہ د۔ ب، ج۔ سینہہ ہ، و مثل ل

(۱۹) شیر جغرات آمد و ب ج۔ گھی ہ، و

(۲۰) ستاو۔ روپا۔ دبہ کوپا۔ ب، و۔ زر (بود بر حاشیہ (وندارم) رپادب کپا ج۔ سونا سیم جلیل۔ روپا دب کپا د۔ روپ۔ دبہ۔ کوپ۔ ہ روپا۔ کوپا و۔

(۲۱) دیگ و ب۔ کزغان است ج دیگ ہانڈی۔ تاب کزغان است کراہی۔ د۔ تابہ کزغاں ہ۔ و

(۲۲) اوتھاو۔ ب۔ پھتر۔ جائی۔ اٹھا۔ چلا ج، ہ۔ پتہر۔ د۔ جانییں ہ۔

(۲۳) چالنی غربال چالی آسیا دیگداں چولاؤ کندو کوٹھیا

(۲۴) سرد سیلا گرم تتا چیرہ سخت نرم کنولا نیش ڈنکھ اورنگ تخت

فصل ہفتم

(۲۵) غلہ افشان چھاج می افشاں پچھوڑ جوئی شوہر ہندوی ہی نس لوڑ

(۲۶) ڈھپنی سرپوش و چپنی جانیہ ہی دھواں دود و دخاں پہچانیہ

(۲۷) مُوسَلہ حروف ہاون او کھلی حیز عنیّ فحل نر آمد للی

(۲۸) پارسی آونگ چھینکا ہندوی لیک مقمیل است زبان پہلوی

فصل ہشتم

(۲۹) خنجر و شمشیر و صمصام است تیغ ہندوی کھانڈا کہاوی انون میغ

---

(۲۳) چولہا۔ ب، و۔ چالنی۔ کوٹھیا ج چھانی۔ ڈھپنی و د

(۲۴) برو سیرا۔ تاتا کرہ۔ دنکہ ج۔ سرد سیتل صعب سخت۔ کولا نیش دنک۔ د۔ تاتا چیرہ سخت ہ، و۔

(۲۵) چھاج ہی۔ شوی و شوہر۔ تم نس۔ ب چھان۔ پچھور۔ ہندوی موس توں لوپر۔ ج۔ چھاج ہی۔ شوئی زن ببثیک، تونس وجوی لور۔ د۔ چھاج ہی ہ، و

(۲۶) ڈھپی۔ چھپی جانیے۔ پہچانیے۔ ج۔ ڈھپنی سرپوش چپنی جانیے۔ دود دھواں اور دخان پہچانیے۔ د۔ نہبن ہ۔ نہنباں و جانیں پہچانیں ہ

(۲۷) موسل است ج۔ موصل است۔ اکھلی۔ و۔ موصلہ ا، و۔ موصل است ہ

(۲۸) فارسی آونگ چھینکا ہندوی۔ ج، ہ، و۔ مقتل داں۔ ج، چھکا۔ پہلوی۔ د۔ مقمیل از۔ و۔ مقبل از۔ ہ

(۲۹) اونوں میغ۔ ب، و۔ انو، ج۔ شمشیر صمصام۔ ہندوی کھندا۔ ابر میغ۔ د۔ آنوں، ہ

سہ 'یہی آونگ چھنکا در ہندوی' ا

معہ (لیک منقول ست زبانِ پہلوی) ضمیمہ خالق باری از ادریس احمد در جواہر خسروی۔

(۳۰) خال تل باشد غلیوا زوزغن | چیل ہی درگوش کن گفتار من
(۳۱) ارض دھرتی فارسی باشد زمین | کوہ در ہندوی پہاڑ آمد یقین
(۳۲) کاہ ہیزم گھاس کاٹھی جانیہ | اینٹ مانی خشت گل پچھانیہ

فصل نہم

(۳۳) جاروب سوہنی و سبد ہست ٹوکرا | مقراض کترنی کہ بود استرا چھرا
(۳۴) درو مروارید موتی جانیہ | ہم لب دراتی کلی پہچانیہ
(۳۵) امید آس باشد نومید اہی نراس | چرخ و سپہر ہم فلک و آسمان اکاس
(۳۶) بادہ شراب راوق و صہبا مے است مد | گر جرعہ ازاں خوری توکنی کار نیک و بد
(۳۷) رایت لوا علم بود و نیزہ ہست بھال | لب آب ندی حوض دگر سپر وست تال

---

(۳۰) چیلہ ہی + ہے - وَ - چھیل ہی - دَ -

(۳۱) ہندی پہاڑ ج - ہ - آ ، ب ، دَ - وَ - متفق

(۳۲) گھاس و - اینٹ و - خشت و - ب وَ - کاٹھی جانیے - پہچانیے - ج ، وَ - کاہ و ہیزم - پچھانیے - دَ - جانیں - اینٹھ - پہچانیں - ہ

(۳۳) کہ سبد است ج - سوہنی سبد وَ - آہ وَ - متفق

(۳۴) کولی پہچانیہ - ب ، ہ - در مروارید - جانیے - راہی پہچانیے - دَ - جانیں پہچانیں ہ - یہ شعر ج ، آ ، دَ میں نہیں ہے -

(۳۵) نومید - سپہر فلک بود - ب نومید - اکاس ج - نومید - چرخ و فلک سپہر بود - دَ - باشد وَ ، آ ، ہ

(۳۶) مدہ - جرعۂ ازاں - نیک بد - ب شرابے راوق - است مد - جرعہ ج - جرعہ دَ - صہبا شراب - بادہ نیک بدوَ

(۳۷) لوای نیزہ بود علم ہست ڈھال سپر ورست وَ ب - لوا و نیزہ بو - علم ہست پھال ج - سپر لوائی نیزہ بود علم ہست وھال دَ - آب واں ندی وَ - ہ - لوا و نیزہ علم بھالی سپر ڈھال - آب دگر جوئی ندی - وَ -

ہ نا امید ا

فصل دہم

(۳۸) نی نیزہ بانس چوب لکڑا استخواں ہاڑ — دیوانہ باؤلا (و) دگر غمزہ ناز لاڑ

(۳۹) طاوس مور (کہیے) درّاج تی ترا — خوب ونکو بھلا و بدو زشت ہی بُرا

(۴۰) دیہیم و تاج و افسر در ہندوی مکٹ — زاغ بریدہ پَر (را) تون جان کاگ کٹ

(۴۱) گیہان و دہر دنیا گیتی دگر جہاں — در ہندوی تو پرتھی سنسار جگ بداں

فصل یازدہم

(۴۲) شب گیر لیل شب تو بداں رات رین نس — فانید و قند و شکر گڑ جان نہر بس

(۴۳) جان و روان و جیو تن کالبد کیا — عادت جو خوی سہج بداں عافیت میا

(۴۴) دل ہی ہیاؤ خاطر اندیشہ (چتینا) — مہمان و ضیف را تو بدائی کہ پاہنا — ورق ۲

---

(۳۸) بانس باشد چوبین لکڑا۔ استخواں ہاڑ و دیوانہ باولا ب۔ ہاڑ استخواں باشد ج۔ بانس باشد چوبیں لکرا۔ چوں استخوان ہاڑ و دیوانہ باولا د۔ باشد بھی چوب لکڑا استخواں ہاڑ باشد و دیوانہ باورا و۔ باشد چوبینہ لکڑا۔ ہاڈ ہ

(۳۹) مور باشد۔ ب۔ باشد و، ج۔ و۔ مور باشد۔ بھلا ہی د باشد و درّاز ہ

(۴۰) بریدہ پرا۔ ب۔ بریدہ پران۔ کاک کٹ ج۔ دیہیم تاج افسر۔ بریدہ پررا د

(۴۱) و گیتی دنیا۔ پرتھی و سنسار ب، ج۔ گیہان دہر گیتی۔ پرتھی د۔ گیتی دنیا ہ، و

(۴۲) ولیل۔ رات و رین۔ فانید، ب۔ فانید قند شکر ج، د۔ و لیل را۔ رات و و۔ و لیل و شب۔ رات و شکر و ہ۔

(۴۳) تن و۔ ب روان سو جیو ہ۔ رواں جیو تن و و

(۴۴) اندیشہ چتینا پاہونا۔ ب۔ اندیشہ چتینا۔ مہمان ضیافت ج۔ اندیشہ باتنا۔ د۔ ہیاؤ خاطر و ہ، و چتیاں۔ پاہناں ہ

نسخہ کہی ا۔ نسخہ پراں ۲۔ نسخہ فانیز

(۴۵) اُمّ الکتاب فاتحہ الحمد جو کہ نانو　　　اُمّ القریٰ تو مکّہ بداں قریہ دیہ گانو

فصل دوازدہم

(۴۶) حربا گرگٹ کژدم بیچھو راسو نول　　　سگ ہی کوتا ماہی مچھلی لقمہ کول

(۴۷) دشمن بیری کوس دماماں باراں مینہ　　　عشق و محبت عاشق متھر جانی اینہ

(۴۸) عالم دانا ہندوی بول جو کہیے سیانا　　　طعم سواد طعام خورش جو کہیے کھانا

(۴۹) سینہ چھاتی پستان چوچی بینی ناک　　　ظاہر پیدا پرگٹ دیسے طاہر پاک

فصل سیزدہم

(۵۰) تپ لرزہ درہندوی آمد جاڑے تاپ　　　درد سر آمد سر کی پیڑا تنگ ہی دھاپ

(۵۱) ہامہ کاچک منجہ کپال جائے ہی ٹھانو　　　چون تو بہندوی مرا بہ پرسی کھوپڑ بتانو

---

(۴۵) جاکوناؤ۔ ب۔ جاکونانوں۔ گانوں ج، ہ۔ آ و د متفق۔ جو کہ ہ، و

(۴۶) گھرگٹ۔ نیول۔ کتا۔ ب۔ کتا ج۔ نول۔ کتا د، ہ۔ کوتا و

(۴۷) دونوں مصرعوں میں تقدیم وتاخیر ہے۔ مترا۔ مینہ۔ ب جانی نیہ۔ ج۔ ویری عشق محبت مترا۔ جانی نیہ۔ د۔ عشق محبت عاشق متراجانی نیہ ہ۔ عاشق متر عشق ومحبت جان نیہ و

(۴۸) دونوں مصرعوں میں تقدیم وتاخیر ہے ب وج۔ و د طعم سواد و طعمہ۔ کہیے کھانا۔ کہیے سیانا ا، ب۔ طعام خورش۔ د۔ مزہ سواد وطعام خورش جو کھانا جان۔ عالم دانا ہندی بول جو سیانا مان ہ و۔

(۴۹) ظاہر و۔ ب۔ دسے د پرگھٹ و

(۵۰) جوڑی تاپ ب، ج۔ جوڑی تاپ۔ دھاب۔ د، ہ۔ در قول ہندوی ہ

(۵۱) منجہ کپار۔ کرہے پانو۔ ب چوں کہ۔ کھوپری نانوں ج۔ مرا برسی کرہو پانو د۔ مانجہ کپال جو چاہے ٹھاؤں۔ پاہے پاؤں ہ

(۵۲) دودھ کاجل سرمہ انجن قیمت مول — چاکر سیوک بندا چیلا قول سو بول
(۵۳) مس ہی تانبا روئیں کانسا آہن لوہ — تبشہ بسولا تبر کہارا غدر رووہ

فصل چہاردہم

(۵۴) گوک مغاک جو گہا کہیے کواہ چاہ — دریا بحر سمندر کہیی جس کی ناہیں تھاہ
(۵۵) گندم گیہوں نخود چنا شالی ہی دھان — جرت جواری عدس مسوری برگ رہی بان
(۵۶) ابرو بھنواں سُبلت موچھاں دنداں دانت — ریش محاسن داری کہیے رودہ آنت
(۵۷) کنیت سینک خلال جو کہیے لوالیاس — کیست فرج زنان رانبہنو یہ ادراس

فصل پانزدہم

(۵۸) منجل است و داس درانتی جو کہ نانو — ترب مولی دارسولی جا ہی ٹھانو

---

(۵۲) بندا چیرا ج - بندہ چیرا ب د، ہ، و
(۵۳) کو دھارا - ب - تبر کیرا کہیے کذب دروغ ج روئیں کانسی غضب آمد ہتاوی رودہ - د کہارا، ہ، و
(۵۴) جو گدھا کہیی کونوا چاہ - سمندر کہیے جاکی - ناہیں - ب گھیڑ - کوابھو چاہ - ناھیں ج -
غوک مغاک جو تونبہ کھوہا - کہیے صراط ہو راہ - د - جو گہا پر کہیے کوا و گہارا ہ
(۵۵) جرت جوندری - مسور برگ ہی - ب د ج - نخود چنے شالی دھان - برگ ہی بان - د
(۵۶) ابرو بھوہنس سبلت موچھ دنداں ہی دانت - داڑھی کہیے - ب داری گئی ج - بھواں -
بچھان - داڑھی کہیے - د - دھاڑی ہ - بھویں - موچھیں - داڑھی ہ
(۵۷) یہ شعر کسی نسخے میں درج نہیں -
(۵۸) داس دانتی جاکو - جای ٹھانو - ب جاکو نانوں - ج داتری - جار - د - دانتی جوک
ہ، د - جای ٹھاؤں، ہ

(۵۹) پارسی روبہ بہندوی لونکڑی ماکیاں را نیز مینخواں کوکڑی

(۶۰) کوکڑہ مینخواں خُروسِ صبح خواں نیز مینخواں دیک درتازی زباں

(۶۱) قصر وکشک وحصن کوٹ آمد حصار حجرہ کوٹھری بام ماڑی در دوار

فصل شانزدہم

(۶۲) عذب شیریں است میٹھا کھائے دیکھ تلخ کڑوا ترش کھٹا چاکھ دیکھ

(۶۳) زفت ابنٹھن چرب چکّن شورکھار تیز چرچر جیب جانے یہ بچار

(۶۴) کاغذ و قرطاس کاگل لیکھیے ہم قلم ہم خامہ لیکھن پیکھیے

(۶۵) در (و) مروارید موتی جانیہ غنچہ زہرہ ہی کلی پچھانیہ

فصل ہفدہم

---

(۵۹) فارسی روباہ ہندوی وکھری۔ ب۔ و۔ روبہ است۔ لوکری ج۔ روباہ ہندوی لونبری۔ د۔ ہندی لونکڑی ہ۔

(۶۰) مرغ درتازی ج کوکرو مینخواں د۔ ز، ہ، و متفق

(۶۱) حصن درتازی حصار۔ کوتھا بام مارہی در دیوار۔ ب قصر کوشک ج، ہ، و۔ بام مھایی ج۔ کوٹھ بام ماری ہ، و میں دونوں مصرع مقدم موخر ہیں۔ کوٹھا۔ ماڑی و

(۶۲) کھای۔ چاکھ، دیکھ۔ ب چاک دیک ج دونوں مصرعوں میں تقدیم وتاخیر ہے کھٹا جان لیکھ ہ

(۶۳) اینٹھن چکین ب، و۔ تیز چرپر جیبہ۔ ب چرب چکنا۔ تیز چرپر ج، ہ، و چرچرہ ا

(۶۴) کاغذ دیکھیے۔ لیکیے ب۔ کاکد دیکھیے لیکھیے ج۔ لیکھئیں پیکھئیں ہ۔ لیکھ۔ لیکھیے و۔

(۶۵) مصرع دوم:۔ ہم لبدرائی کولی پہچانیہ ب۔ جانیے۔ لبدرا بھی کلی پہچانیے۔ ج۔ رائی ہ۔ و۔ جانیں۔ پہچانئیں ہ

(۶۶) ثور ستور گاؤ ہے بلد — خواہی لادن خواہی اَلَدْ
(۶۷) شہد و انگبیں عسل کہیے — سو مد بہندوستان بھنیے
(۶۸) ذنب گناہ سو دوس ہندوی — خشم و غضب سو روس ہندوی
(۶۹) سر گیں گوبر فلہ (ہی) پیوسی — جان کُلَنْدْ جو کہیے کستی

فصل ہژدہم

(۷۰) کمان تیر و صابون یہی نانو راکھو — اگر پارسي یا پراکرت بھاکھو
(۷۱) بزرگی بڑائی و پیری بڑاپا — نکوئی بھلائی جوانی تنا پا
(۷۲) لسان و زباں را تمیں جیب آکھو — درخت و شجر دوحہ ہم رونکھ بھاکھو
(۷۳) دروغ و دگر کذب تم جھوٹ جانو — بزرگ و کلاں را بڑا جان مانو

---

(۶۶) خواسے لاڈو ج لادھن ہ یہ شعر و میں درج نہیں۔ ثورڈ ہ
(۶۷) کہیے، مدہ ۔ بھنیے ۔ ب کہیے ۔ بھنیے ج ۔ شہد انگبیں ہ، و کہیں ۔ بھرنیجیں ۔ ہ
(۶۸) بہندوی ۔ بہندوی ۔ ب گناہ دوس ہی ہندوی ۔ خشم غضب روس ہو ہندوی ج
ذنب و ۔ دوس ہی ہندی ہ جو روس ہی ہندی و
(۶۹) فل ہی پیوسی ب ۔ ج ۔ فلہ پیوسی آ ۔ کوسی ہ
(۷۰) تیر و صابوں یہی نام ۔ بہندی زبان یا و ۔ ہ ۔ یہ شعر ب، ج میں درج نہیں ۔
(۷۱) بوڑھاپا، ب بدھاپا ۔ ترناپا ج ۔ ڈھاپا ہ بڑھاپا و
(۷۲) تمہ جیبھ ۔ شجر را تمیہ روکھ ۔ ب، آکھو ۔ شجر را تمین روک بھاکو ج، ہ، شجر را تمہیں روکھ و
(۷۳) دروغ و دگر کذب تم ۔ ب ۔ و ۔ دروغ و دگر کذب را جھوٹ پیرا ج، ہ کذب:
دروغ و زرق آ

فصل نوزدہم

(۷۴) بہندی زبان خانہ وبیت گھر ہے — جو خوف و دگر بیم و ہم ترس ڈر ہے

(۷۵) تمنا و ہم آرزو چاؤ کہیے — ید و دست ہاتھ و قدم پانو کہیے

(۷۶) چراغ است دیوا فتیل است باتی — بود جد دادا نبیرہ است ناتی

(۷۷) کدو خربزہ ہر دو معروف میداں — خیار است ککڑی و ہم کھیرہ بیخواں

فصل بستم

(۷۸) در و باب و دہلیز را بار جانو — شتر اونٹ بھا گو دس اسپ مانو

(۷۹) گرہ عقد باشد بتازی ولیکن — بہندی بود گانٹھ از شک ایمن

(۸۰) نہار و دگر یوم روز است جانو — بہندی زبان دیس من دھر پچھانو

(۸۱) کثیر و فراواں و بسیار افزوں — بہوت ا کوں ا جو کہیے صحی ا جانیو تو

---

(۷۴) بہندوی زبان بیت ہم خانہ بیم ہم ج۔ خانہ ہم بیت۔ دگر ترس و ہم بیم ہ، و

(۷۵) قدم پاو۔ ب، و دست ہات و ج، ہ۔ پاؤں ہ

(۷۶) فتیلہ۔ ب نبیرہ است ناتی۔ ج، د آ، ہ، و متفق

(۷۷) خورپزہ۔ ککڑی و بادرنگ کھیرہ بخواں۔ ب۔ ہ، و با آ متفق

(۷۸) اونٹ کہورا۔ ب۔ باب دہیر۔ اونٹ گھوڑا۔ ج، ہ، و

(۷۹) بہندوی بود گانٹھ ج بہندی زبان گانٹھ از وزد ایمن ہ، و

(۸۰) نہار و دگر۔ بہندوی ب، ج۔ نہار است یوم و دگر روز بہندی زبان دیس تو جانو

مانو ہ۔ بود ہندوی دیس و۔ نہار است آ

(۸۱) بسیار و بہت کوں جو کہیے ہی جان [illegible] تو۔ [illegible] سبھی جان تون ج۔ بود بہت بہندی [illegible]
جان تون و سب بہوت کہیے صحیح جان تون۔ [illegible] کوں ندارد۔

فصل بیست و یکم

(۸۲) آئینه آرسی که در و روی بنگری — سیوا بهندوی تو بدان نام چاکری

(۸۳) سندان علات اهرن فطیس پتکرا — میدان ہتوڑہ نام تو بچوں وبے چرا

(۸۴) چیونٹیست نام مور چه پیوست نام کیک — وانکو پیام و نامه برد قاصدست و پیک

(۸۵) میدان سبو گهڑا و سبوچه بدان گهڑی — چوبینه سقف باشد و رہندوی کڑی

فصل بیست و دوم

(۸۶) تگرگ است و ہم سنگچه ژاله اولا — چو زیرک سیانا و نادان بهولا

(۸۷) ہژبر است ناہر پلنگ یوز چیتا — جو گرگست بهیٹی و کرگست گینڈا

(۸۸) سمندر بود آگ میں جیو کیڑا — بود دور معروف و نزدیک نیڑا

---

(۸۲) آ، ب، ج، ه، و متفق

(۸۳) ہتوره ازمن بیچوں - ب پتکرا - ہتوره باشد ج، آ، ه، و متفق

(۸۴) چیتی بہیوست نام - آنکو - و پیک - ب چمتی - پہیو است - آنکو پیام آورد

قاصد بدان تو ج آنکو و پیک و، ه - چنیتی ه

(۸۵) چوبین ب ا ج - کهری - و -

(۸۶) سنگچه ژاله - سانا و - ب، و تگرگ است سنگچه و ہم آ، ج زیرک ہے

ج - تگرگ است و ہم سنگچه و آ

(۸۷) منگ است چیتا ب، ه، و - بهرہا ب ج - بهیرتی (لاندکا) ج - بهرتی و بهٹی ه

(۸۸) معروف نزدیک - ب - اهی اگ میں کا جو ج سمندرا ہے و - سمندر ہے میں جیوتا ہ۔

(۸۹) تو اکھروٹ جوز خراساں بدانی — دگر جوز نالیر ہندوی بخوانی

فصل (بیست) وسیوم

(۹۰) نمک ملح لونست شیریں است میٹھا — بہندوی زباں بے مزہ ہست پھیکا

(۹۱) پدر باپ باشد چو ماہست مادر — سنان بھال برگستوانست پاکھر

(۹۲) ذباب و مگس ماکھی و پشہ ماچھر — بود ریگ بیلو و سنگ ریزہ کانکر

(۹۳) فرومایہ سفلہ بتازی بخوانش — ولی لترہ خوانند بعضی کسانش

فصل بیست و چہارم

(۹۴) بیا آؤ نشیں بیٹھ برو جا — بہ بیں دیکھ بدہ دے بخور کھا

(۹۵) درآ پیٹھ بکش کھینچ بچش چاکھ — بزن مار بدر پھاڑ بنہ راکھ

---

(۸۹) اخروت۔ جوز۔ بدان دگر ناریل جوز ہندی بخوان۔ ب۔ اکھروٹ را۔ جوز را نالیر بہندوی آ۔ تو اکھروٹہ جوز خراساں بدانی ہ۔ دگر ناریل جوز ہندی بخوانی و

(۹۰) ملح ہی لون۔ میٹھا۔ ب۔ بہندوی زبان مزہ پہ است بیٹھا ج۔ سرس بداں لون نیٹھا۔ بہندی زبان مزہ بہ ہست بیٹھا ہ نمک ملح ہی لون سرس۔ بہندی زبان مزہ باہست بیٹھا و

(۹۱) چو ماست مادر ب، ج۔ ماں ہست و

(۹۲) ماکھی و پشہ مانچھر۔ ریگ بالو۔ ب، و۔ ماکھی۔ ماچھر۔ بالو۔ ج بالوی د ہ

(۹۳) بتازی زبانش۔ ب۔ ہ۔ سفلہ است، تازی ج۔ و

(۹۴) آؤ۔ برو جاہ۔ بدہ دیہہ بخور کھاہ، ب بیا آ۔ ج بنشیں۔ بدہ د ہ آ

(۹۵) چاکھ۔ راکھ۔ ب۔ د ہ، و متفق با آ

(۹۶) بدم پھونک بادل) اچھ بجو لوٹڑ — لشو دھو (بدو دوڑ) بہل چھوڑ
(۹۷) گلو حلق دہن مکھ سخن بول — شکم پیٹ نظر ڈیٹھ ہل ڈھول

فصل بیست و پنجم

(۹۸) طبیب و حکیم است بید ای برادر — بود باد باو وگر آگ آذر
(۹۹) جگر ہست کلیجا سپرز است تلی — جو پہلو بہندوی بود پانسلی
(۱۰۰) نصیحت دگر وعظ و اندرز پند — بہندی بود سیکھ درکار بند
(۱۰۱) خرالبت ویراں تو اوجڑ بخوانی — تو معمور آباد بستا بدانی

فصل بیست و ششم

(۱۰۲) لیل اللیل است درتازی زباں — رات اندھاری تو نیکو تر بداں

---

(۹۶) اچھ - دھو - بدو دوڑ - ب آچہ بجواہ لوید - بدو دو رہل - ج - بمان رکھ ہ - بمان رہ ق - ـہ بدہ دہ ا
(۹۷) دہن موکھ - پیٹ - نظر دیٹھ - ب نظر ڈشت ج ـہ ـہ پیٹھ نظر دیکھ ا پیٹھ نظر دیٹھ ہ -
نظر دیٹھ و -
(۹۸) باد بائو - ب - ج - طبیب بجشک است و
(۹۹) جگر ہیں - ب ، ج ، ۃ کہ پہلو بہندوی بود پاسلی - ج تو دھیرک بدانی - دلاسا تسلی ہ
بخوان ضلع را پہلو و پانسلی قصیب ز بود بہندوی پانسلی و -
(۱۰۰) زمن گوش کن وعظ - بہندوی بود سکھ - ب دگر گوش کن ج ، ۃ ، ۃ
(۱۰۱) اوجڑ ہمی خوان معمور و - ہمی دان - ب ، ج - اوجڑ بدانی - جو معمور و - بخوانی ہ ، و
(۱۰۲) لیل شب تار است - اندھیاری - ب - لیل شب تاریک - اندھاری ج - لیل و شب
تاریک در ہر دو زبان ہ تو الیل شب تار ہر دو و -

(۱۰۳) آفت و آسیب ہے رنج و بلا　　حیّ و زندہ جانیو تم جیو تا
(۱۰۴) شانہ و مشط است در ہر دو زبان　　کنگھی من پیش تو کردم بیان (ب)
(۱۰۵) کرم شب تاب است کیڑا چمکنان　　نیز گویند آتشک اینہم بدان

فصل بست و ہفتم

(۱۰۶) نان بتازی خبز روٹی ہندوی　　ہندوی محلوج را میداں روئی
(۱۰۷) پس بہندوی پنبہ را میداں کپاس　　نسر گرس بوم الو بوی باس
(۱۰۸) بادبیزن باد کش پنکھ بخواں　　غوک و ضفادع مینڈکی بیٹکیاں
(۱۰۹) عاقبت انجام آخر کار ہم　　(چھیہ ہی) در ہندوی ای محترم

فصل بست و ہشتم

(۱۱۰) دستور وزیر ہست پردھان　　بشنو تو (کہ) اذن گوش ہی کان

---

(۱۰۳) جانیوں - ب - حی زندہ جانی تم اس ج - ہ ، و متفق با آ
(۱۰۴) شانہ مشاط است در تازی - ب ، (ج مثل آ) شانہ و مشاط ہ
(۱۰۵) چمکنا - آتشک اور ابدان - ب آتشک اور ا ج ، ہ ، و کیرا گھگنا و
(۱۰۶) گو یندروی ج - میداں تو روی ہ - آ ، ج ، و متفق
(۱۰۷) ا ، ج ، و متفق - بہندوی ج - پس بہندی ہ
(۱۰۸) پنکہہ - ب - پنکہ بدان - اورا بخواں ج - ہ ، و مثل آ
(۱۰۹) انجام و - درتازی زبان - ب درتازی زبانی ج - ہست درہندوی زبان
ای محترم آ - چھیہ در و - چھیہ ہی درہندوی ہ
(۱۱۰) توکہ اذن گوش - ب - عقل و خرد است بدھی بچان ج - ہ ، و مثل و

(۱۱۱) کنجارہ عصارہ کھل ہی جان　　عقل و خرد است بدھ پہچان

(۱۱۲) کالیوہ (و) احمق است نادان　　مورکھ بزبان ہندی اجان

(۱۱۳) زاری و بکا و گریہ ہی روج　　میدان اثر (و سراغ وپے) کھوج

فصل بیست و نہم

(۱۱۴) رہ زن و قاطع طریق ای نامور　　بٹ پڑہ باشد ترا کردم خبر

(۱۱۵) ہست ظہر و پشت پینٹھ ای ہوشیار　　ہودہ حق بیہودہ را باطل شمار

(۱۱۶) ہست ابن اللیل ماہ آسمان　　چاند بیٹا رات کا تازی زبان

(۱۱۷) مرغ معروفست ہدہد ای جواں　　پہلوی گویند پوپو ہم بدال

فصل سی ام

(۱۱۸) بعض سہ شیشہ ہست یقین داں زمہ　　سیزدہ ہم چار(د) ہم پانزدہ

---

(۱۱۱) کنجار عصار - مورکھ بزبان ہندوی اجان - ب ہم گول احمق است نادان ج بدھ پہچان ہ ، و

(۱۱۲) کالیوہ احمق است ہم نادان آ - گول ابلہ و د - مورکھ بزبان ہندوی جان ہ ، و

(۱۱۳) زارو - وپے ہی کھوج - ب - پیاپڑ کھوج - ج - اثر است وپے کی کھوج آ

اثر است پے ہی ہ اثر و سراغ وپے کھوج - و

(۱۱۴) آ ، ب ، ج ، ہ ، و متفق

(۱۱۵) پینٹھ - ہوی حق - ب پشت پیٹ - ھودہ حق ج آ ، ہ متفق

(۱۱۶) رات کا بیٹک بداں - ب - رات کا ہندی زبان ہ ، و

(۱۱۷) آ ، ب ، ج متفق - ہندی گوبند پوپو ہ ، و -

(۱۱۹) بعض کہوں تین رین چاندنیں — نیرویں چودویں پندرویں

(۱۲۰) پور پسر پوت بہندی سخن — اب پدر باپ بداں جان من

(۱۲۱) جوع دگر گرسنگی بھوکہ ہی — تشنگر از من بشنو اوکہ ہی

فصل سی و یکم

(۱۲۲) زنخ را (ہندی) ٹھوڑی ہمی دان — ذقن را نیز در تازی ہمی خواں

(۱۲۳) تو مرآرنج را کہنیں بدانی — جو قبضہ دست را پونچہ بخوانی

(۱۲۴) جو ساق و کلک پا (پنڈلی) شتالنگ — اہی کرج سُرین چوتڑ کھوڑہ لنگ

(۱۲۵) توزانو را بہندی گوٹھن خوانی — فخذران را بہندی جاںگہ دانی

---

(۱۱۹) چاندنی - پندریں - ب - ا، ج متفق - تیرہیں - چودیں - پندرہیں ہ، چاندہنی - تیرہن - چودہن پندرویں ...

(۱۲۰) پور و ب - ابّ و - ب، و بہندوی ج - ا، ہ متفق

(۱۲۱) بھوکھ - تو شنو اد کہہ - ب - بھوک - ادک ہر ج، و - بھوکہہ - اد کہہ ہ

(۱۲۲) بہندوی تو ٹھوڈی بداں - تو سر راس در لفظ تازی بخوان ب، ج - زنخ را بہندی تو ا ٹھوری ہمی خواں ہ تو سر را راس در تازی ہمی دان ہ، و زنخ در ہندوی ٹھودی و

(۱۲۳) یہ شعر ب، ج، د میں درج نہیں - ہ میں دونوں مصرعوں میں تقدیم تاخیر ہی - جو قبضہ دست را پونچہ بخوانی ہ، و کوہنی ہ - کہنی و

(۱۲۴) دیگر شتالنگ آ - جو ساق و کلک پا پنڈلی شتالنگ بداں ٹخنہ دگر کھیدہ بود لنگ - ہ، و متفق - کھرہ بود ... گوتھن ہمی دانی آ - توزانو ہندوی گھوٹنا بدانی — فخذران عقب بہندوی خوش بخوانی

ضمیمۂ خالق باری ص۲۲ از ادریس احمد، در جواہر خسروی طبع علی گڑھ)

(۱۲۵) فخذران در ہندوی جانگ دان :: توزانو بہندوی گھونٹہ بخوان - ج

توزانو ہندوی گھوتن بخوانی :: فخذرا ہندوی توں جانگ دانی و، ہ

فصل سی و دوم

(۱۲۶) عنق گردن بود در ہندوی گھنچ ہم اہل ہند گفتہ مرگ را میچ

(۱۲۷) حیات و زندگانی جیونا جان تو آشامیدن ای دل پیونا جان

(۱۲۸) پلک پاہن مژہ را گودہ میداں تو گرد چشم را پیغولہ می خواں (ب)

(۱۲۹) کپی بوزنہ نام بندر کہیے شغال است سیال بھی جان لیجے

فصل سی و سیوم

(۱۳۰) چو کلک و خامہ قلم ہندوی تو لیکھن دان دوات را تو بہر سہ زبان دوات بخواں

(۱۳۱) حمار و اقمر اگر پرسیم سفید خر است بہندوی لشمر خر گدہ کہ بار بر است

---

(۱۲۶) عنق کہنج ہی پنج ۔ ب عنق گردن ہم اہل گفتہ اند مرگ را ھنیچ ج ۔ ہمہ اہل ہندی گویند مرگہ ۔ پیچ د ۔ عشق گردن در ہندوی کہنج ـــ ہمہ اہل ہند گفتہ اند مرگ را پچ (ضمیمہ خالق باری صفحہ ۲۶ از ادریس احمد)

(۱۲۷) د گر زندگی جیونا ۔ ای جوان پیونا ۔ ب ۔ تو نوشیدن ای جوان ہی پیونا ج ۔ جیونان جان ۔ ای جان پیونا ب ۔ ہ، و

(۱۲۸) مژہ را نیز میداں و ۔ نیز مینجواں ہ ۔ ب ، ج ، د میں یہ شعر درج نہیں ہے ۔

(۱۲۹) باندر چو کہپی ۔ دگر یوز چیتا خرس ریچھ کہپی ۔ ب کپی بوزنہ قرد باندر ۔ دگر یوز چیتا خرس ریچھ بھیجے ج ۔ کپی ۔ بوزنہ باندر بدانی ہ ۔ کپی بوزنہ قرد باندر بدانی و ۔ شغال آمد سیال این ہم بخوانی ہ، و

(۱۳۰) ب ، ج ، د میں یہ شعر موجود نہیں ۔ چو کلک و خامہ قلم رابداں بہر دو زبان ہ ۔ قلم ہندوی تو لیکھن داں و ۔ دوات را تو بہر سہ زباں دوات بخواں ہ، و ۔ دوات را ہمی داں دویت خوان مثال ۔ ولی کھریہ خوانند در ہندوی زباں آ ۔

(۱۳۱) حمار اگر پرسند چیست بگو خر است ۔ در ہندوی خرگدہ ۔ ب حمار ابیض شمر ج ۔ حمار ابیض اگر پرسیم ہ

(۱۳۲) دراز گوش ہی گفتہ اند نام ورا — کرخنس اوست شدہ مرکب رسول خدا

(۱۳۳) تو پنبہ دانہ بداں (حب قطن) در تازی — ولی بنولہ بود چوں بہندوی اندازی

فصل سی و چہارم

(۱۳۴) کنیت می آمد (ہ) بنت الکرم — امّ خبایث تو بداں گفتہ ام

(۱۳۵) بنت کرم ام خبایث مدام — بہر شراب آمدہ ایں ہر سہ نام

(۱۳۶) شعر دو گموی بداں کیس بال — بیخ جڑ و میوہ پھل و شاخ ڈال

(۱۳۷) وجع و دگر درد بہندوی است پیڑ — خط دراز ار بکشی ہو لکیر

فصل سی و پنجم

(۱۳۸) انگشتری انگوٹھی پیرایہ ابھرن — خرگوش سسہ باشد و آہو بود ہرن

(۱۳۹) بشنو تو نام چرخہ بیچارہ پیرزن — گویند نام رہٹیہ در ہندوی سخن

---

(۱۳۲) دراز گوش گفتند نام اورا - او شدہ ب - دراز گوش گفتہ اند اورا - او شدہ ج - نام اورا - او شدہ است و

(۱۳۳) بدان قطن ج - بداں قطب در آ - بداں حب قطن در ہ ، و بہندی اندازی ہ بہند اندازی و

(۱۳۴) آمدہ - ام الخبایث تو بداں من گفتہ ام ج تو بداں نیز ہم ہ ، و

(۱۳۵) آ ، ج ، ہ ، و - متفق

(۱۳۶) شعر بود موی ج - ہ ، و ، آ متفق

(۱۳۷) وجع دگر دروزہ ہندوی قوس کمان است دگر سہم تیر ج - آ ، ہ ، و متفق

(۱۳۸) پیرایہ ابرہن خرگوش کرہ (سسہ) باشد آہو - ب انگوٹھی - پیرہن ج ابرہن ہ ابہرن و سستا و -

(۱۳۹) گفتند رہٹہ باشد ب گفتند نام رہٹا ج گفتند رہنٹیہ ہم در ہ گفتند رہنٹہ باشد و

(۱۴۰) دوک است نام تکلہ آوردہ ام بیاں   پیچک بداں تو پونی و پاغند گالہ دان

(۱۴۱) دیگر کلاوہ اَشتی ہم ریسمان سوت   انسان شمار مانس و پندار دیو بھوت

فصل سی و ششم

(۱۴۲) قفل و کلید سو تالا کیلی   خیطل گربہ جو کہیے بلی

(۱۴۳) شرم ہی لاج پوشیدن ڈھاپنا   کار ہی کاج خواستن مانگنا

(۱۴۴) ریدلید گھوڑے کی آہی   کہوں پارسی جو کوچاہے

(۱۴۵) سنی و خایط بول جو کوہے   گوہ و موت یہ ہندوی ہووے

فصل سی و ہفتم

---

(۱۴۰) دونوں مصرعے مقدم و موخر ہیں۔ ب مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔ پونی پاغندہ گالہ دان
ج پاغندہ ہ، د اور مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔

(۱۴۱) کلاوہ لگری ہم۔ مانس پندار۔ ب۔ کلاوہ گگری ہم۔ مونس پندار۔ ج۔ کلاوہ کوکری و ہ، د۔ اشت سوت ہ۔

(۱۴۲) تالا کلی۔ خیطل۔ کہیے بلی ب۔ تالا ہی۔ معروف ہرہ گربہ اس جو کھے بلی ج۔ ا، ہ متفق۔
گربہ کہہ توں بیلی و

(۱۴۳) شرم للج پوشیدن ڈھاکنا ب۔ ہ۔ شرم لاج۔ پوشیدن ڈھکنا۔ خواستن منگنا ج۔
ڈھانکناں۔ مانگناں ہ۔ قرض ادھار خواستن مانگنا و

(۱۴۴) زبل لید و۔ (ضمیمہ خالق باری ص۲۴) ریدلید آ، ہ۔ جو کوئی چاہے ہ، و باقی نسخوں میں یہ مصرع نہیں ملا۔

(۱۴۵) منی غایت۔ ذکر است کیر موت راجوئی ب۔ منی غایط۔ جو کھے کوے۔ گوہ موت
در ہندوی ہووے ج۔ منی و غائط بول جو کہیے۔ نجاست گرفتی ہندوی چھی چھی۔ (ضمیمہ
خالق باری ص۲۳)۔ ہ، و میں یہ شعر نہیں۔

(۱۴۶) ہندوی پیپل بود فلفل دراز — مرچ را گویند فلفل گرد باز

(۱۴۷) جوز بویا جای پھل خوش بوی دان — ہم قرنفل لونگ (راہندی) بجواں

(۱۴۸) زنجبیل و سندھی آمد شنگویز — سونٹھ آہی پونچہ لیجیں ای عزیز

(۱۴۹) ہندوی میگو تو خرما را کھجور — داکھ (را) در پارسی میداں انگور

فصل سی و ہشتم

(۱۵۰) بیمار و مریض سو دکھی جان — برگیر، اٹھاؤ باج ہی دان

(۱۵۱) ہشیار سنبھال خواب ہی نیند — ہوشیار سوچیت فکر ہی جیند

(۱۵۲) جو پرسی خسر پورہ رکیت می دان) جوی کا بھائی

وگر از خسر پرسی جوی کا (ہی) باپ جن جائی (ب)

---

(۱۴۶) پیپل - پلپل - مورچ فلفل گرد را گویند باز ب پلپل بود پلپل ج مرچ فلفل گرد را گویند باز ہ، و - پلپل گرد و

(۱۴۷) بے شک بداں - لونگ لکری را بجواں (در ہندی نخواں) ب - جوز بویہ - لونگ را خوشتر بجواں - ج لونگ خوشبوی خواں ز ہم قلنفر لونگ را ہندی بجواں ہ - ہم قرنفل لونگ راہندی بجواں د

(۱۴۸) زنجبیل و ستوہ آمد سونٹ نیز - چھاں لای مت یعنی کپہ بہ بیز - ج - آمد سونٹھ نیز - چھان لے یہ بول نوں یعنی بیز ہ - سونٹھ ہی تون چھان یعنی کہ بہ بیز و

(۱۴۹) پس بہندی دان تو - داک را - میخواں - ج ہندوی گویندہ ، و -

(۱۵۰) بیمار مریض دو دکھیا جان ج - ہ - و برگیر اٹھاؤ بن ہی دان - ج مریض سو دکھی ہی جان - برکن اٹھاؤ ا

(۱۵۱) ہوشیا بیدار فکر ہی جیت - ہوشدار سنبھال و دست ہی میت ج خواب ہی سوناں - مزرع کھیتی کاشت ہی بناں ہ - ہشیار سنبھال خواب ہی سونا - مزرع ہی کھیت و کاشت بنا و

(۱۵۲) خسر پور کیست جو کا بھائی — اگر از خسر پرسی کیست جو کا ج - ہ ، و متفق -

(۱۵۳) نیا و خال (ہی) ماموں (و) اور عم (ہی جو) چچا
برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہی) بھانجا

فصل سی و نہم

(۱۵۴) بیدار بداں کہ جاگتا ہی — ہم خفتہ بداں کہ سو (و) تا ہی
(۱۵۵) کیوان زحل سنیچر آمد — آدیت بپارسی خور آمد
(۱۵۵ ب) زہرہ سوم شداست ای دلارام — بشنو زمن این سخن بیارام)
(۱۵۶) مریخ بہندوی است منگل — رائی بہ زبان پارس خردل
(۱۵۷) شد سکر (بہند) زہرہ را نام — خنیاگر آسمان دلارام

فصل چہلم

(۱۵۸) برجیس چو مشتری بر سپت — قاضی سپہر در سعادت

---

(۱۵۳) نیا ماموں اور خالو عم چچا — برادر زادہ بھتیجا خواہر زادہ بھانجا۔ ج
نیا و خال ماموں اور و عم چچا ؛ خواہر زادہ بھانجا برادر زادہ بھتیجا آ
نیا و خال ہے ماموں و اور عم ہے جو چچا ؛ برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہی) بھانجا ۃ ، و
(۱۵۴) سووتا ہی۔ ب، آ، ج، ۃ، و متفق
(۱۵۵) کیوان و۔ سنیچر۔ بپارسی خور ب۔ کیوان زحل سنیچر۔ عادی بپارسی خور۔ ج۔ کیوان و سنیچر و۔
آدیتا بپارسی خور آمد ۃ، و۔ آدیت پارسی ہم خور آ
(۱۵۶) است منگل۔ فارسی۔ ب۔ بھندوی است۔ رائی بزبان پارسی ج۔ بہندوی ہست۔ بہ زبان پارسی آ۔
(۱۵۷) سکر بہندوی زہرہ را نام ب۔ بہندوی زہرہ نام۔ ج شکر بہند ۃ

(۱۵۹) بدھ است عطارد دار بخوانی — اورا تو دبیر چرخ دانی
(۱۶۰) خواہم گفت کہوں گا ہوں — خواہی گفت کہے گا توں
(۱۶۱) خواہم کرد کروں گا ہوں — خواہی کرد کرے گا توں

فصل چہل ویکم

(۱۶۲) خواہم آمد ہوں آوں گا — خواہی آمد توں آوے گا
(۱۶۳) خواہم رفت جاؤں گا ہوں — خواہی رفت جاوے گا توں
(۱۶۴) خواہم نشست بیٹھوں گا ہوں — خواہی نشست بیٹھے گا توں
(۱۶۵) خواہم شست دھوں گا ہوں — خواہی شست دھویگا توں

فصل چہل ودوم

(۱۶۶) خواہم زد ہوں ماروں گا — خواہی زد توں مارے گا

---

(۱۵۹) است عطارد۔ چرخ خوانی۔ تب۔ بداں عطارد ار بدانی۔ دبیر فلک خوانی ج۔ ہ، و متفق

(۱۶۰) آ، ج، ہ، و متفق

(۱۶۱) آ و ج میں مطابقت

(۱۶۲) خواہم آمد آوں گا ہوں۔ آوے گا توں ہ

(۱۶۳)

(۱۶۴) آ، ہ، و متفق

(۱۶۵)

(۱۶۶) ماروں گا ہوں۔ مارے گا توں ہ

(۱۶۷) خواہم دید ہوں دیکھوں گا — خواہی دید توں دیکھے گا

(۱۶۸) خواہم داد دیوُں گا ہوں — خواہی داد دیوے گا توں

(۱۶۹) خواہم دوید دوڑوں گا ہوں — خواہی دوید دوڑے گا توں

فصل چہل و سیوم

(۱۷۰) یارمنی توں سرِیجن میرا — جان منی توں جیوڑا میرا

(۱۷۱) چشم منی توں میری آنکھ — بازو منی توں میری بانکھ

(۱۷۲) دی روز جو کال گیا ہی (گا) — فردا روز جو کال آوے گا

(۱۷۳) اور پَرِیرُ جو پرسوں کہیے — بس فردا جو پرسوں بہیئے

فصل چہل و چہارم

(۱۷۴) بعل است شوہر منس کہیے جو یکا — طوطی بقول ہنداں ہی پوپٹا

---

(۱۶۷) دیکھوں گا ہوں ۔ دیکھے گا توں ج ۔ خواہی دید دیکھے گا توں ــــ دیکھوں گا ہوں ق

(۱۶۸)

(۱۶۹)

(۱۷۰) سرِیجن ۔ دل منی توں ھیرا میرا ۔ ج ۔ سرجن میرا ۔ جیون میرا ق + ہ ۔ آ متفق

(۱۷۱) انکھیاں میرا ۔ جان منی توں جیویا میرا ج

(۱۷۲) کال گیا ہی آ ۔ دیروز بداں جو کل گیا ہی ۔ امروز جو آج اب بھیا ہی ق

(۱۷۳) تو پس فردا بداں پرسوں جہاں ہیں اب جو آوے گا ۔ دگر پرسوں پریروز است جہاں ہیں جو گیا ہی گا ہ، ا، و

(۱۷۴) شوی شوہر منس ۔ ہندی پرتیا ج بعل شوہر منس ہووے جو ی کار طوطی اندر قول ہندی پوپٹا ہ، ا

ق متفق ۔ بعل ست شاہر خصمش کہیے ۔ طوطی بقول ہندوی کہیے (ضمیمہ خالق باری ص ۲۳)

(۱۷۵) عقرب تازی کژدم بچھو برج فلک بشمر سروش و ہم فرشتہ راتو ملک

(۱۷۶) عنقا و سیمرغ آکھ پریو را ہم بار کش ہم رلیسمان جیو را

فصل چہل و پنجم

(۱۷۷) از آن اوست سو اس کا ہے از آن تست سو تیرا ہے

(۱۷۸) از اں این ست سو اس کا ہے از آں منست سو میرا ہے

(۱۷۹) از آن کہ بود سو اکسکا) تھا ربودہ ستدہ چھنین لیا تھا

(۱۸۰) واپس دادہ پاچھا دیا خود ستدہ سو آپیں لیا

فصل چہل و ششم

(۱۸۱) دوست گانی وہ پیالہ دور اپنیں کا جو دیہ

منتر اپنیں کاج بھر یا میہ دھرتوں جان لیہ

---

(۱۷۵) بشمر سروش آواز فرشتہ ملک ۔ ج ۔ عقرب آمد کژدم در برج فلک ۔ ہم سروش وہم فرشتہ دال ملک ہ ، و ۔ عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک ۔ بشمر تو سروش و فرشتہ ملک (خالق باری مطبوعہ)

(۱۷۶) آنکو پر لورا ۔ انباز شریک ۔ جو پرا ۔ ج ۔ عنقا سیمرغ لک لک پر لوا ہ ۔ عنقا سیمرغ دال پر بوا و ۔ ہم بار و براست میوہ میوا ۔ ہ ۔ و

(۱۷۷) کہ اس کا ہے ۔ از اں این است کہ اس کا ہے ب

(۱۷۸) از آن من است کہ میرا ہے ۔ ازان تست کہ تیرا ہے ۔ ب ۔ ہ ، و کے مصرعوں میں تقدیم و تاخیر ہے ۔

(۱۷۹) از آن کہ بود سو اس کا تھا آ

(۱۸۰)

(۱۸۱) اپنے کا جو دے ۔ ہ ، و ۔ اپنے جوگ ۔ کان دھر ۔ جان لے ہ ، و

(۱۸۲) سخت اندر گوش خود سیماب وہ بہرا بھیا
طیر شد میداں پریدہ رفت آ بین اُڑگیا

(۱۸۳) داں نہالی بستر و بالین است بالش ای جواں
غلط بالا لیٹ اوپر ہے بچھانا گستراں

(۱۸۴) زاد توشہ ہست در گفتار ہندی سنبھلا
حلق شد نای گلو نرلی سو بست ہے گلا

فصل چہل و ہفتم

(۱۸۵) عطسہ چھینک و شاخ سینگ و کفشگر ہے کفش دوز
گازر و خیاط (ہے) دھوبی (و) درزی سیئی دوز

(۱۸۶) داں کہلے بخت است ابھاگا و دگر بخت (است) بھاگ
فارسی آمد سرود (و) ہند (و) ی گویند راگ

---

(۱۸۲)
(۱۸۳) بالین و بالش ۃ ، و ۔ ہے بچھانا تکیہ داں و ہم بچھاوے گستراں ۃ ۔ ہم بچھانا تکیہ و دیگر بچھاوے گستراں ۃ ۔ بچھانا آ
(۱۸۴) حلقوم شد آ ۔ حلق شدہ ۃ ۔ حلق داں ۃ ۔ نای و گلو در ہندی باشد گلا ۃ ، ۃ ۔
(۱۸۵) خیاط ہے ۃ ، ۃ و درزی سیو دوز ۃ ۔ و درزی جامہ دوز ۃ ۔ نسخہ ۃ میں 'سیو دوز' تھا سیو کو کاٹ کر بعد میں کسی نے 'جامہ' بنا دیا جو بالکل غلط ہے ۔ صحیح 'سیو' سینے کا امر ہے :
(۱۸۶) ہم بداں تو بخت ۃ ۔ ہم بدانی بخت ۃ

(۱۸۷) گور موش آمد چھچھ ... ... دیاں گنہری

بھوک ضایع رائگان و دیوچہ ہی جو کھری

(۱۸۸) کینچوہ کرم خراطین سپکلی (می) دان کرشش

پنیتن آمد پائزار و بار نعلین است کفش

فصل چہل و ہشتم

(۱۸۹) تختہ باشد پارسی (و) لوح در تازی زبان

ہندوی گوبند پاتی نام تختی جا و دان

(۱۹۰) مکتب و دیگر دبستاں راست اور ہر دو لسان

تھا نو پڑھنے کی کہے نیسال در ہندی زبان

(۱۹۱) فارسی رو وجہ تازی چہرہ (دہ) دان

ہونہتہ در ہندی شفت لب ہی پچھان

---

(۱۸۷) بھوکت آمد رائگاں و مفت بنکو بنگری ہ۔ نسخہ و میں ندارد

(۱۸۸) کچھوہ ہی کرم سپکلی آمدہ۔ سپکلی باشد و۔ پاپوش پلائے را گویند نعلین است کفش ہ۔ پائے پوش و پلائے زیر و باز و۔

(۱۸۹) تختہ باشد لوح در تازی زبان ؛ ہندوی گویند پتی جاودان ب۔ تختہ بپارسی لوح۔ ہندوی زبان پاتی او را تو نیز بخواں ج۔ تختہ باشد لوح در ہ، و۔ پاتی جاودان ہ، و

(۱۹۰) دبیرستان ... زبان۔ پڑھنے کا کہے پوسال ب۔ دبستاں ہم بداں ؛ تھام بر تکیہ ہندی زبان ہ۔ مدرسہ مکتب دبستاں ہم بداں ؛ تھانو پڑھنے کا و نیسال ای جواں و۔

(۱۹۱) چہرہ ... فارسی رو ی وجہ ... تازی چہرہ دان ا۔ پچھان ب۔ فارسی رو وجہ تازی چہرہ دان ہونٹھ لب در ہندی شفت لب ہی پچھان ہ

(۱۹۲) انگلی انگشت و ناخن نکھ بدان
لیک فیروزی ظفر را جیت خوان

فصل چہل و نہم

(۱۹۳) بوزہ بگنی گوز پاد آروغ ڈکار   بھنگ بنگ و مست ماتا دکام کار
(۱۹۴) پشتوارہ ہست بھارا جماہ سارا آدھیم   صاف آچھا تیرہ گدلا دہیب ارہم
(۱۹۵) نیم شب آدھی رات دوپہر میانہ روز   مطہرہ ابریق و مجمر عود سوز
(۱۹۶) سیرا گھانا کور کانا بھید راز   گرسنہ بھوکھا پیاسا تشنہ باز

فصل پنجاہم

(۱۹۷) اندھ نابینا و بینا دیکھتا   کوبڑہ آہی کوژ غلطاں ڈھلکتا
(۱۹۸) میل ور ہندی سلائی سرمہ جو ہی   صولجان چوگان و فندق گیندگوی
(۱۹۹) دان پیاز آمد بصل ہر دو زبان   گفتہ بادنجان بیگن ہندوان

---

(۱۹۲) انگشت ناخن ہ۔ ناخن۔ ہم بداں۔ نکھ و فیروزی و

(۱۹۳) مست ماتا و کلابہ کار آ۔ بنگ۔ بھنگ و مست و ماتا کام کار ہ۔ شیریں میٹھا مست ماتا کام کار و

(۱۹۴) بستہ بھارا ہ۔ پشتہ بھارا و۔ صاف اچھا ہ، و۔ پیپ ارہم ہ، و۔ پیپ ریم آ۔

(۱۹۵) ہم بداں دوپہر باشد نیم روز ہ۔ و۔ بضرورت وزن آ میں آدھی کو ادھ پڑھنا ہوگا۔

(۱۹۶) گرسنہ بھوکا ہ و

(۱۹۷) کوبڑا ہے ہ۔ کوبڑا ہے و۔ غلطاں لٹیتا ہ، و۔ کوژ پشت آ۔ قبر باشد گور غلطاں لٹیادہ خالق باری مطبوعہ

(۱۹۸) فندق ہست گیند و

(۱۹۹) گاندہ بادانجان بیگن ہم بداں و۔ ہست بادنجان و ہم بیگن بداں ہ

(۲۰۰) فازہ جنبہائی وہچکی دان ہلگ　　ہی تنہ (جالا و مکڑی جو لہک)

فصل پنجاہ و یکم

(۲۰۱) دان سوور (ہیلی توخوک (و) گوسپند　　بھیڑ میش ویز بود آپار گند

(۲۰۲) چہار پائی کھٹ (و) لیس کش آدوان　　بان را ہم گفتہ اند چوں ریسماں

(۲۰۳) بانہہ بازو جبہہ پیشانی کپال　　کاکھ بغل و دا دو دشنام است گال

(۲۰۴) خندہ ہسنان جان تھوک آذجوے　　پارسی خوی است پسینان ہندوی

فصل پنجاہ و دوم

(۲۰۵) ہیچری میدان کنہ و گوش خزک　　کنکھجورہ دان مسوی نیست شک

(۲۰۶) ناو دان موری و دیوار ست دوال　　گواہ شاہد ساکھیا و کلہ گال

(۲۰۷) دولت آہو آتھ نابودن اناتھ　　صحبتی ساتھی و صحبت ہست ساتھ

---

(۲۰۰) ہی تنہ شہ جال کھہے ہم لیکہ (- ہی تنہ جالا و مکری جولہک ۃ، ۃ، ضمیمہ خالق باری۔ صنبائی ۃ

(۲۰۱) بکری دسو ہر جو ۃ۔ سور دبکری جو ۃ۔ بھیر میش آمد و گر ہم قید بند ۃ، ۃ

(۲۰۲) چار پائی کھاٹ و ۃ۔ بان را ہم گفتہ فاری ریسمان ۃ، ۃ

(۲۰۳) ہم بغل کاکھ است و دشنام است گال ۃ، ۃ

(۲۰۴) ستوی دخندہ ہانسی را بدان ۔ ہم عرق ہم خوی را بر سیو خوان ۃ۔ ۃ۔ برسینہ ۃ

(۲۰۵) کنسلائی ہی یقیں میدان نہ شک ۃ، ۃ

(۲۰۶) ہی گواہ شاہد چو ساکھی ۃ۔ چو ساکھ و ۃ

(۲۰۷) دولت آمد آتھ ۃ

(۲۰۸) فارسی ارزیز ہندوی ہی کھیتر — بگل آمد لگن بشگافت چیر[1]

فصل پنجاہ و سیوم

(۲۰۹) کام تالو ناف دو نشنی نام نانو — ساغر و جام است پیالہ جای تھانو

(۲۱۰) دولہ ہی ڈولی کہارش دولہ کش — پالکھی معروف چھتری سایہ کش

(۲۱۱) موز کیلا انبہ نغزک دارم و رمان انار — جوز مغز است کھوپرا (نکیہ) در ہندی ادعا (ادھا) (ورق ۱۰)

(۲۱۲) دادنی دینا دیا دادہ ست یار — قرض دین و وام در ہندی اُدھار

فصل پنجاہ و چہارم

(۲۱۳) ساگ سبزی سرخ رتا لعل لال — سبز ہریا داشت دھریا دام جال

(۲۱۴) فجر صبح و ظہر بیتیں عصر دیگر شام سانجھ — داں زن زاینہ جنتی ہی ستردن بانجھ

---

(۲۰۸) (مصرع دوم) فارسی ارزیز و ہندی جاں رانگ ہم ہی بھل چھوڑ آمدہ آویز تانگ ۃ۔ [1] لہ بشگفت آ۔

(۲۰۹) اسم نام جامے ٹھام ۃ۔ اسم نانو۔ جام و ساغر ہی پیالہ ۃ

(۲۱۰) کہار ہی۔ پالکی ۃ۔ ڈولہ ہر ڈولی کہار است۔ معروف دو

(۲۱۱) دارم و رماں انار و۔ جوز مغز کھوپرا و تکیہ در ہندی ادھار ۃ۔ و نغزک زانست ۃ۔

نسخہ آ داں کہ رتانست آ

(۲۱۲) دادنی دینا جلد دادہ است دیا چار بار آ۔ دادن دینا: د دیا فعل کار۔ قرض و وام و۔

(خالق باری مطبوعہ) کرد کیا داد دیا فعل کار و

(۲۱۳) ساگ سبزی سیر لہسن سرخ راتا لعل لال۔ سبز ہریا داشت دھریا ماند رہیا دام جالی۔ ۃ ، ۃ۔

ساگ سبزی ہیچ شادی سرخ سوہا (خالق باری مطبوعہ) سرخ راتا ۃ

(۲۱۴) فجر کہ ظہر است۔ و آ۔ داں کہ زانیدہ است جنتی و عقیمہ جان ۃ۔ جنتی ہی سردن جوی بانجھ و۔ جنتی ستردن نے آ

(۲۱۵) کہنی وآسنج رہی آوند بھانڈا است یا ج — من گفتم میں کیا ہی عہد پیمان بول باچ

(۲۱۶) آمد آیا ست ڈھیلا (در) توانا ہی سبل — مشت موکی وطپانچہ ہی تماچا خیل دل

فصل پنجاہ و پنجم

(۲۱۷) [illegible] رتی [illegible] ماشہ مرب شیشا ہو بجام

پھونکنی دم گبر آہی جمر انگشت است انگار

(۲۱۸) در شگفتم ہون اچنبا نا شکیبا ناصبور

دان شتاب اوتا ولا آہستہ دھیرا بعد دور

(۲۱۹) ژندہ گھندری صوف پشم (و) دق جامہ بے بہا

پرنیاں جامہ منقش ہچو دیبائے خطا

(۲۲۰) خوشہ ہی جھونرا و خشخش کو کنار

روشنائی جوت (تیرہ ہی اندھار)

---

(۲۱۵) پینگ کبی وازنج آوند آ۔

(۲۱۶) ڈھیلا توانا ہی آ۔ ڈھیلا قلب کھوٹا نونوا۔ طمانچہ بہ بھلا ۃ۔ قلب کھنتو۔ طمانچہ ہی تھپیڑہ و۔

(۲۱۷) رتی و ماہہ آ۔ سرب شیشا کن شمار ۃ، و۔ دان وجمرہ و اخگر ۃ، و

(۲۱۸) من شگفتم ۃ، و۔ در شگفتہ ہوں۔ جلد شتاب اوتاولا آہستہ دیر است پور ضمیمہ خالق باری

(۲۱۹) صوف پشم و۔ ہچو دیباے خطا ۃ، و۔

(۲۲۰) روشنائی جوت آبے پترلوں آ۔ خوشہ دنداں دان ۃ۔ خوشہ پُرو پیا دان و۔ چھبرا ہی کنار ۃ، و

فصل پنجاہ و ششم

(۲۲۲) دست رنجن کہیے کنگن پائل ہی خلخال
پای رنجن پگ کا چوڑا پنگان آہی نھال

(۲۲۳) کرتہ و پیراہن پہیرن تکہ بند ازار
طوق ہانس طاقیہ پاگ دستار

(۲۲۴) دانگ فلوس جو آہی پیکا چیتل دمڑا جان
دام واخچہ کیسہ کھیسا جان میکش تھان

(۲۲۵) روغن گر سو تیلی کہیے آہنگر لوہار
بڑھئی دان کہ درودگر نعلین دوز چمار

فصل پنجاہ و ہفتم

(۲۲۶) باخہ سنگ پشت آہی کچھوا چھائی کلفہ دان آرد آٹا آزخ مسا خال سو تل پہچان

---

(۲۲۲) دست رنجن ہست کنگن ہم سپرادان تو دھال ؛ پائے رنجن ہست ؛ ئل طست راسیران تو تھال ۃ ۔ و ۔ مثل ۃ (لیکن دست برنجن اور پا برنجن) ۔ دست برنجن ۔ پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن وجمال (خالق باری مطبوعہ)

(۲۲۳) کرتہ پیراہن جو کہیے تکہ ناڑا بند ازار ؛ طوق ہانس و پگ جو دستار و کلہ ٹوپی بدار ۃ ، ۃ ۔ تزار و

(۲۲۴) ہم فلوس آمد جو پیکا چوں درم چیتل بخوان ؛ ہست [illegible] اشرفی الھران و ہ ۔ دان فلوس آمد سو پیسا ۃ ۔ خواہی پیکا چیتل دمڑی جان ؛ دام پھا نسا کیسہ بلج ہی دھان ، ضمیمہ

(۲۲۵) ہست روغن گر سو تیلی ہست آہنگر لوہار ۔ دان کہ نجار راست برہی جرم گر آمد چمار ۃ ، و ۔ تیلی باز آہنگر و روغن گر سو تیلی آہنگر ہی لوہار ۔ بیراری درودگر نعل دوز چمار ضمیمہ ۔

(۲۲۶) باخہ و ۔ کلفہ ندان ۔ پہچان ل ۔ سنگ پشت و باخہ کچھوہ ہست جھائیں کلفہ دان ۔ آزجص و زخ مسا و خال راہم تل بخواں و ۃ ۔ باخہ سنگ پشت کچھوا جانیے ؛ کوس و سامہ خال تل پہچانیے ؛ ضمیمہ ۔

(۲۲۷) باز کنبھار کلال کہیے آہی خمّار کلال
پتّا زہرہ قدر اندازہ دلّالست دلال

(۲۲۸) خواندن پڑنان شنوتوں سن وشوار دُہیلا
یاد گرفتم بیں سنور یا آسانست سُہیلا

(۲۲۹) گُراطروش جو بہرا کہیے گرہم خارش کھاج
دُنبل او بنی بھونک کہیے غلہ سوا ہی اناج

(۲۳۰) کزلک سکیں کارد کہی سودھی چھری پہچان
ساطور اندر ہند زبانست نیڑی چھری سوجان

فصل پنجاہ و ہشتم

(۲۳۱) کوچہ وکو ہی گلی بازار ہاٹ — خلق آمد لوگ بگریز است نانٹھ

---

(۲۲۷) باز خمار است کلال و ہم کمہار آمد کلال :: ہست زہرہ قدر اندازہ دلالست دلال
و، ہ

(۲۲۸) خواندن (ست) پھرناں شنوسن داں کہ دو مویست کہل ہ ۔ باز گفتم پھر کہاں ییں
داں آسانست سہل و، ہ

(۲۲۹) گرچہ اطروش است بہرا نیز خارش ہست کھاج ۔ ہست دُمل پھونک چھمیں مال و غلّہ داں اناج۔
و، ہ غلّہ ہی اناج ہ

(۲۳۰) کزلک وسکیں بداں سیدھی چھری ۔ ہم بداں ساطور را ٹیڑھی چھری و، ہ

(۲۳۱) کوچہ شد نام گلی ۔ دوکان ہاٹھ ۔ خلق لوگ و سنگ میزان است باٹھ ہ، و
ہ، ہاٹ، و

(۲۳۲) پھول گل ہی خار کانٹا گود کنار — نردبان سیڑی و بر شو ہو سوار
(۲۳۳) جان خر ما ہندوی را آنبلی — مغز آہی گود گلیم است کاملی
(۲۳۴) بتکدہ تنجانہ و دیگر کنشت — دیہرہ میدان و نکھیا ہی بنشت
(۲۳۵) خالق باری بہی تمام — دوہوں جگ رہیا خسرو نام

وقتی چاشت تمت تمام شد کار من نظام شدہ ہ

---

(۲۳۲) پھول را گل دان و کانٹا ہست خار - نردبان سیری و سولی ہست دار ہ - کانٹا او کنار، ضیمہ - وَ - مثل ہ -

(۲۳۳) ہندوی ہی انبلی - مغز گود اہی گلیم است کنبلی ہ - نان صبغ گوند ضیمہ - مغز گود ہی ؤ -

(۲۳۴) میدان و جنت ہی بہشت ہ - رسو رمرداں دلکیا ہی امن ست، ضیمہ

(۲۳۵) عاقبت انجام و آخر جیہہ دیبا ۵ انصرام -- گرد ایں حفظ اللسان را خسرو آخر والسلام، ہ

۵ دیورا در منقول عنہ